

جاسوسی دنیا

جلد نمبر 4

موت کی آندھی

12

ہیرے کی کان

13

تجویری کا گیت

14

ابن صفائی

اسرار پبلی کیشنز

الکریم مارکیٹ، مین کبیر شریٹ

اردو بازار لاہور۔ فون : 7321970 - 7357022

جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام ، مقام ، کردار اور کہانی سے
تعلق رکھنے والے اداروں کے نام فرضی ہیں۔

پبلیشور خالد سلطان

پرنٹر یمانی پرنس

سیل ڈپو: عثمان ٹریڈرز

الکریم مارکیٹ، مین کبیر سڑک

اردو بازار لاہور - فون : 7321970

جاسوسی دنیا نمبر 12

موت کی آندھی

(مکمل ناول)

عجیب حادثہ

اس وقت دلکشا ہوٹل کے عظیم اشان ہال میں بے شمار آدمی قہقہوں مسکرا ہوں اور سرگوشیوں کے طوفان میں بھے جا رہے تھے۔ سردی اپنے شباب پر تھی۔ حالانکہ ابھی صرف سات بجے تھے لیکن ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کافی رات گذر گئی ہو۔ ہال کے اسٹچ پر ایک مصری رقصہ تحرک رہی تھی۔ ناج کوئی خاص نہ تھا۔ یوں ہی معمولی سا۔ رقصہ بھی کچھ زیادہ سین نہ تھی۔ وہ ابھی حال ہی میں اس شہر میں وارد ہوئی تھی اور اس نے دو ماہ کے لئے دلکشا والوں سے سکنریکٹ کر لیا تھا۔ وہد ہتی بھی دیں تھی۔ دو خوبصورت اور کافی بڑے کمرے اس نے کرائے پر لے رکھے تھے۔ وہ ناچتی رہی آرکسٹرا کی مغموم موسیقی سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کوئی المناک رقصہ ہے۔ ہر حال وہ اس طرف کے لوگوں کے لئے قطبی ناقابل فہم تھا۔ ہال میں بیٹھے ہوئے لوگ تو محض اس کے گداز جسم کی تماش میں دلچسپی لے رہے تھے۔ رقصہ خوبصورت تو نہ تھی لیکن جوان ضرور تھی۔ اس پاکھلتا ہوا گندی رنگ چند بیتار بجلیوں پر چڑھا ہوا ایک غلاف معلوم ہوتا تھا اور دوران رقص میں تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے غلاف پھٹ جائے گا اور سارے اسٹچ پر بجلیاں کونڈے لگیں گی۔ اس نے اس وقت سفید سائن کی چکنڈار اور ڈھیلی ڈھالی شلوار پہن رکھی تھی جس کے پاس پہنچنے والوں کے قریب پہنچ کر بالکل عک ہو گئے تھے۔ گلے میں ایک منحصری جیکٹ

تمی جس پر چکدار تاروں سے کشیدہ کاری کی گئی تھی جب وہ دائرہ ہنا کر جھوٹی ہوئی رقص کرتی تو کئی خشنڈی سائنس لے کر کر سیوں کی پشت سے نکل جاتے۔

اس پورے مجھ میں صرف ایک نوجوان بہت زیادہ پریشان نظر آ رہا تھا۔ اس نے جدید طرز کا ایک نقش اور چیتی سوت پہن رکھا تھا لیکن اس کے بے اطمینانی اور بے چینی سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اس قسم کے لباس کا عادی نہیں ہے۔ وہ اپنی نائی کی گردہ کو بار بار اس طرح چھونے لگتا تھا جیسے اس کی گردان میں درد ہو رہا ہو۔ وہ ایک چھوٹی سی میز پر تھا بیٹھا تھا۔ سامنے بیر کی بوال اور ایک گلاس رکھا ہوا تھا۔

رقاصہ ناچے ناچے پر دے کے بیچھے چلی گئی اور ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ اس نوجوان نے اپنے ماتھے پر سے پینے کی بوندیں پوچھیں اور کرسی کی پشت سے نیک لگا کر بیٹھ گیا۔ وہ بار بار اپنی کالائی پر بند می ہوئی گھڑی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ گھبرائی ہوئی نظروں سے اپنے قریب بیٹھنے ہوئے لوگوں کو بھی دیکھ لیتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد آرکسٹرا کی دھنیں پھر گونجتے لگیں اور رقاصلہ اس بار اپنے ہاتھ میں خیز لئے گھوٹکھروؤں کی آواز فضائیں بکھرتی ہوئی اٹھا پر حمودار ہوئی اس بار اس کے رقص میں غم گھیز اشحال کی بجائے ایک وحشیانہ پھر تی اور موسمی خیز جنگلی پن تھا۔ طبلے کی تھاپ پر اسکے سارے جسم میں عجیب قسم کی جھٹکے دار لرزش پیدا ہو جاتی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ناچ ناچ کر اپنے خیالی دشمنوں کے سینوں پر پوری قوت سے دار کر رہی ہو۔ مخترب نوجوان کے چہرے پر ہوائیاں اُنے لگیں اور وہ میز پر کہیاں نیک کر آگے کی طرف جھک گیا۔ اس کے ماتھے پر پھر نئی نئی بوندیں پھوٹ آئیں تھیں۔ وقت گذرتا جا رہا تھا۔ ہال آہستہ آہستہ خالی ہونے لگا۔ گیارہ بیجے نکل بہت تھوڑے آدمی رہ گئے۔ وہ نوجوان ابھی نکل دیں بیٹھا تھا۔

پھر رقص قسم ہو گیا۔ آرکسٹرا کی دھنیں خاموشیوں میں کھو گئیں۔ رقاصلہ اوپری منزل میں اپنے کمرے میں چلی آئی۔ اس کے وہاں سے آنے کے بعد وہ نوجوان بھی لڑکھڑاتا ہوا زینے مٹے کر رہا تھا۔ اس کی یہ لڑکھڑاہٹ نثر سے زیادہ گھبراہٹ اور بے چینی کا نتیجہ تھی۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اس پر خوف طاری ہے۔

رقاصہ کا نام حسینہ تھا اپنے کمرے میں آکر قدِ آدم آئینے کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ تھوڑی

دیر تک وہ خاموش کھڑی رہی پھر اس نے میر کی دراز سے ایک شیشی نکالی ایک گلاس میں پانی لایا اور شیشی سے کوئی سیال شے پانی میں اٹھیل کر لپی گئی.... چند لمحوں کے بعد ایسا معلوم ہونے لگا جیسے اس کی آنکھیں نئے سے بو جمل ہوتی جا رہی ہوں.... وہ پھر آئینے کے سامنے آکھڑی ہوئی۔ اس نے اپنا جیکٹ اتار پھینکا۔ بال بکھیر دیئے وہ نیم عربان حالت میں وحشیانہ قبیلے کا رہی تھی.... آئینے میں دیکھ دیکھ کر وہ نمرے نمرے منہ بناتی رہی.... پھر اس نے چند لمحے میں دبا کر ہوا میں آچھائے اور فرش پر دوز انوچھے کر انہیں دیکھنے لگی.... "سب پٹ" وہ بڑی بڑی۔ "ایک بھی چت نہیں.... تو ابھی وقت نہیں آیا۔ خیر میں انتظار کروں گی۔" پھر وہ تھوڑی دیر تک بیٹھی جھومتی رہی۔ پھر اس نے اپنی شلوار کے نیخے میں اُڑسا ہوا ایک سفید رومال نکالا اور اُسے بوس دے کر کہنے لگی "اے مقدس مانت میں نے ابھی تک تیری حنافت کی ہے۔ میں وادیِ نخل کی بیٹی انتقام لے کر رہوں گی.... وہ خون جو سمندر کی ریت پر بہلا گیا۔" وہ خون جس کا ایک قطرہ میں بھی ہوں.... وہ خون اپنا قصاص چاہتا ہے۔ "اس کی آواز رفتہ رفتہ دردناک ہوتی جا رہی تھی۔" وہ خون مجھے پکار رہا ہے.... خون ناچ.... میں کتنا روئی تھی.... میں نے ذلت کی زندگی اختیار کی.... مجھے عصمت فروشی پر مجبور ہوتا پڑا.... کاش جلد ہی وہ موقع آ جاتا کہ میں آگ کے قریب اس مقدس مانت کو لے جاتی.... یہ بھات.... میری روح بے دین ہے انتقام انتقام....!" وہ گھبر لیا ہوا نوجوان دبے پاؤں اس کے کرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چکتا ہوا خیز تھا.... وہ اتنی آہنگی سے رقصہ کے پیچے پہنچ گیا کہ اُسے خبر تک نہ ہوئی لیکن نوجوان پر لرزہ طاری تھا اس نے ایک ہاتھ سے تو رقصہ کا رومال چھینتا اور دوسرے ہاتھ سے اس پر خیز کاوار کیا۔ رقصہ چیخ کر پڑی لیکن وہ دوسرے لمحے میں کرے سے باہر تھا۔

"میرا رومال....!" رقصہ چینی وہ خوف زدہ نظروں سے سامنے پڑے ہوئے خیز کو دیکھ رہی تھی۔ مگر اہمیت میں ابھی کاوار خالی کیا تھا۔ وہ چند لمحوں تک سکتے کے عالم میں بیٹھی رہی پھر اچانک چینی ہوئی دروازے کی طرف چھٹی.... تھوڑی دیر بعد وہ نیم برہنہ حالت میں پورے ہاں میں چینی پھر رہی تھی۔ "میرا رومال...." میرا رومال "لوگ کرسیوں سے انٹھ انٹھ کر اس کے گرد اکشما ہونے لگے۔

"شام کا فی چڑھ گئی ہے۔" ایک آدمی نہ کریو لا۔

”معلوم ہی ہوتا ہے۔“ دوسرے نے کہا۔

دھنٹا باہر فٹ پاتھ پر پستول چلنے کی آواز سنائی دی۔ اور پھر ایک جج... لوگ رقصہ کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ فٹ پاتھ پر بھیڑ لگ گئی تھی۔ وہی نوجوان جو رقصہ کار دمال لے کر بھاگا تھا خون میں لبھڑا پڑا تھا۔ رقصہ بھی بھیڑ کو چڑیتی ہوئی اس کے پاس بچنے لگی۔

”یہی تھا۔۔۔ یہی تھا۔“ وہ جھین۔ ”مگر میرار دمال۔“

”اوہ تم اسی حالت میں یہاں بھی چلی آئیں۔“ ہوٹل کے فیجر نے کہا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا اندر لے جانے لگا۔۔۔ وہ برابر پھینے جا رہی تھی۔ ”میرار دمال میرار دمال“ فیجر نے اسے اس کے کمرے میں لے جا کر بند کر دیا۔

باہر فٹ پاتھ پر بھیڑ بڑھتی جا رہی تھی۔ زخمی نوجوان گھری گھری سانسیں لے رہا تھا۔ گولی بننے پر گئی تھی۔ قبل اس کے کہ اسے ہپتال لے جانے کا انتظام کیا جاتا زخمی نے دم توڑ دیا۔ سڑک کی ڈیوبنی والے دو تین کا نشیل بھی دہاں آگئے تھے۔ ان میں سے ایک کو تواںی فون کرنے چلا گیا اور بقیہ کا نشیل لاش کے قریب سے بھیڑ ہٹانے لگے۔

تحوڑی دیر بعد پولیس آگئی۔ کو تواںی انجارج اسکنڈ جکد لیش کار سے اتر لوگ لاش کے پاس سے ہٹ گئے۔

راگیروں نے واقعات بتانے شروع کئے اور پھر کسی نے نہ بہمنہ رقصہ کا بھی حوالہ دیا۔ جکد لیش لاش کو دو سب اسکنڈوں کی حفاظت میں چھوڑ کر ہوٹل کے فیجر کے پاس آیا۔

”جی ہاں۔۔۔ بظرا کا بیان ہے کہ وہ یہیں سے لکا تھا۔“ ہوٹل کے فیجر نے جکد لیش سے کہا۔

”اور وہ عورت۔۔۔!“ جکد لیش نے پوچھا۔

”وہ شاید زیادہ پی گئی ہے۔“ فیجر نے کہا۔ ”میں نے اسے اس کے کمرے میں بند کر دیا ہے۔“

”میا اس سے پہلے بھی وہ بھی اس حالت میں باہر نکل آئی تھی۔“ جکد لیش نے پوچھا۔

”بھی نہیں۔“ فیجر نے جواب دیا۔

”ہوں“ جکد لیش نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔“

وہ فیجر کے ساتھ مصری رقصہ کے کمرے میں پہنچا۔۔۔ وہ نہم برہنگی کے عالم میں زمین پر چلت پڑی تھی۔ غالباً وہ بیہوش ہو گئی تھی۔ جکد لیش نے جسم پر چادر ڈال دی اور پھر اس کی نگاہیں

کرے کا جائزہ لینے لگیں۔ زمین پر کچھ پیسے پڑے ہوئے تھے قریب ہی ایک چکدار خیبر اور ایک خالی شیشی پڑی تھی۔ جکدیش نے شیشی کو رومال سے پکڑ کر انھیا اور اُسے اپنی ٹاک کے قریب لے گیا۔

”برو ما نیڈ...!“ وہ شیشی کا لیبل پڑھتا ہوا بولا۔ ”تو اس نے بر و مائیڈ بیا ہے۔“

پھر وہ خیبر کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔

”کیا آپ جانتے تھے کہ وہ بر و مائیڈ استعمال کرتی تھی۔“

”بھلامیں اس کے متعلق کیا جان سکتا تھا۔“ خیبر نے کہا۔

”یہ یہاں کتنے دنوں سے مقیم ہے۔“

”ایک ہفتہ سے۔“

”اس دوران میں اس سے قبل بھی اس کا کوئی روایہ مخلوق نظر آیا تھا۔“ جکدیش نے کہا۔

”اس کے متعلق میں کچھ زیادہ نہیں جانتا۔“ خیبر نے کہا۔

”وہ آدمی کبھی اس کے ساتھ دکھائی دیا تھا جس کی لاش آپ ابھی دیکھے چکے ہیں۔“ جکدیش

نے پوچھا۔

”مجھے افسوس ہے کہ اس کے متعلق میری معلومات محدود ہیں۔“ خیبر نے کہا۔ ”لیکن مخبر یے میں اُس دیش کو بلاتا ہوں جوان کروں پر مامور ہے۔“

”تھوڑی دیر بعد دیش آگیا۔

”تمہارا نام...!“ جکدیش نے دیش کی طرف کڑی نظروں سے دیکھ کر پوچھا۔

”نیم...!“

”یہاں کب سے کام کرتے ہو۔“

”تقریباً ایک سال سے۔“

”تم نے اُس آدمی کی لاش دیکھی۔“

”جی ہاں۔“

”کیا وہ یہاں کا مستقل گاہک تھا۔“

”جی نہیں۔ میں نے اُسے آج پہلے پہل یہاں دیکھا تھا۔“

”یہ تم نے کیسے کہا۔ ممکن ہے وہ اس سے پہلے بھی یہاں آیا ہو۔“ جکدیش نے کہا۔

”ہو سکتا ہے لیکن میں نے اُسے پہلی بار دیکھا تھا۔“

”یہ تم وثوق کے ساتھ کیسے کہہ سکتے ہو، یہ ایک بڑا ہوٹل ہے۔ دن بھر میں سینکڑوں آدمی یہاں آتے ہوں گے کیا تم ان میں سے کسی کو ایک بار یہاں دیکھ کر پھر کسی موقع پر یہ کہہ سکتے ہو کہ وہ یہاں اس سے پہلے بھی آپ کا ہے۔“

”بھی نہیں.... یہ ایک بہت مشکل کام ہے۔“ ویٹر نے کہا۔

”پھر آخر اس آدمی کے سلسلے میں تم اتنے وثوق کے ساتھ کیوں کہہ رہے ہو۔“ جگد لش نے پوچھا۔

”صاحب بات دراصل یہ ہے کہ میں عرصہ دراز سے ہوٹلوں میں ویٹری کر رہا ہوں۔ میری اتنی عمر آئی میں نے آج تک ایسا آدمی نہیں دیکھا جو ویٹر میں سوڈا ملا کر پیتا ہو۔“

”کیا مطلب....!“ جگد لش نے چونک کر پوچھا۔

”وہ ویٹر میں سوڈا ملا کر بیکاری رہا تھا اور اس کے انداز سے معلوم ہو رہا تھا جیسے اُس نے زندگی میں پہلی بار کسی بڑے ہوٹل میں قدم رکھا ہو۔“ ویٹر نے کہا۔

”اوہ....!“ جگد لش نے اُس کی طرف متوجہ نظر وہ دیکھا۔

”میں ہی اس کی میز پر تھا۔“ ویٹر نے کہا۔ ”اُس نے ہٹکا ہٹکا کر ویٹر اور سوڈے کا آرڈر دیا تھا.... انداز گفتگو سے بھی وہ کوئی پڑھا لکھا آدمی نہیں معلوم ہو تھا۔“

”کیا تم نے کبھی اُس کے ساتھ دیکھا تھا۔“ جگد لش نے بیوہش رقصہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”بھی نہیں۔“

”بھی وہ یہاں اس کے کمرے میں بھی دکھائی دیا تھا۔“

”بھی نہیں مجھے تو بھی دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔“

”ہوں....!“ جگد لش کچھ سوچتا ہوا بولा۔ ”اُس رقصہ کے بارے میں تم کیا جانتے ہو۔“

ویٹر اس کی طرف اس طرح دیکھنے لگا جیسے وہ اس کے سوال کو سمجھا رہا ہو۔

”کیا تم انہیں کروں کی دیکھ بھال پر بامور تھے۔“

”بھی ہاں۔“

"بیہاں ان کروں میں کوئی اُس سے ملتے آتا تھا۔"

"بہترے آتے تھے لیکن یہ کسی سے ملتی نہیں تھی۔"

"اس کی کوئی الگی حرکت جو تمہاری نظروں میں ملکوں ہو۔" جگدیش نے اُس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

ویٹر کچھ سوپنے لگا۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے وہ کسی چیز کا فیصلہ کرنے کے سلسلے میں ذہنی کلکش میں بجا ہو۔

"حالانکہ یہ ایک ویٹر کے لئے بہت ہی میعوب اور قبل اعتراض بات ہے۔" وہ نہ امت آئیز لجھے میں بولا۔ "لیکن میں بعض اوقات اس سے کمرے میں...!"

ویٹر نے رک کر نیجر کی طرف گھبرائی ہوئی نظروں سے دیکھا۔

"کہو کہو.... رک کیوں گئے۔" نیجر بولا۔

"بہتر یہ ہے کہ آپ اسے تھائی میں مجھ سے گفتگو کرنے کا موقع دیں۔" جگدیش نے نیجر سے انگریزی میں کہا۔ "ممکن ہے کہ میں ابھی پھر آپ کو تکلیف دوں۔"

"بہتر ہے۔" نیجر نے کہا اور نیچے چلا گیا۔

"ہاں اب کہو۔" جگدیش نے ویٹر سے نرم لجھے میں کہا۔

"نیجر صاحب کے سامنے میری زبان رک گئی تھی اور یہ قدرتی بات ہے۔ بھلامیں یہ کیسے کہہ سکتا تھا کہ میں کرایہ داروں کے کروں میں جھانٹا کرتا ہوں۔" ویٹر نے کہا۔

"خیر خر آگے کہو۔" جگدیش بے چینی سے بولا۔

"بعض اوقات وہ الگی حرکتیں کرتی تھی کہ میں اُس کے کمرے میں جھانکنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ اُس کا دستور تھا کہ وہ روزرات کو "ناچ" کے بعد اپنے کمرے میں آکر کوئی چیز چھپتی تھی پھر یا لو بالکل برہنہ ہو جاتی تھی یا صرف شلوار پینے رہتی تھی۔ اس کے بعد وہ کچھ پیسے ہوا میں اچھال کر زمین پر بیٹھ جاتی تھی اور پھر ایک رومنال نکال کر کچھ دیر اُسے چوٹی چاٹتی رہتی تھی اور ساتھ ہی ساتھ کچھ بڑو بولایا بھی کرتی تھی۔ اکثر پاگلوں کی طرح قبیلہ لگا کر اپنا جسم نوپنے لگتی تھی۔"

ویٹر خاموش ہو گیا۔

"لیا وہ اس حالت میں کبھی نیجر بھی نکلا کرتی تھی۔" جگدیش نے پوچھا۔

"مجھے تو کوئی ایسا موقعہ یاد نہیں۔" دیش نے کہا۔

"اچھا تم تم جاسکتے ہو۔" جگدیش نے دیش سے کہا اور پھر اپنے قریب کھڑے ہوئے سب اسکر سے کہا۔ "عجیب معاملہ ہے..... رومال کا تذکرہ اس نے بھی کیا ہے اور رومال رومال چھین ہوئی وہ بھی اپنے کمرے سے نکل کر بھاگی تھی۔ تو کیا وہ دراصل اس کا رومال چھین کر بھاگا تھا۔ اول تو سیکی چیز مغلکہ خیز ہے کہ وہ دیش میں سوڈا ملا کر پی رہا تھا وسرے یہ کہ وہ اس کا رومال چھین کر بھاگا اور پھر کسی نے اسے قتل بھی کر دیا بھی میرے تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"معاملہ واقعی عجیب ہے۔" سب اسکر نے کہا۔

"اچھا تم سیکی کرے میں نظر ہو۔ یہاں کی کوئی چیز اپنی جگہ سے پٹنے نہ پائے اور اگر اس دوران میں یہ ہوش میں آجائے تو اسے سیکی روکے رکھنا۔" جگدیش سب اسکر کو ہدایات دے کر نیچے چلا گیا۔

سب اسکر حیرت سے کمرے میں پھیلی ہوئی چیزوں کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس کی نگاہیں بیہوش رقصہ کے جوان پھرے پر جم گئیں۔ دھنٹا اسے ایسا محسوس ہوا جیسے برابر والے کمرے میں کوئی عورت جی رہی ہو۔ "مجھے چھوڑ دو.... چھوڑ دو.... ورنہ میں زور سے جیخ دوں گی۔"

پھر ایسا معلوم ہوا جیسے دو آدمی ہاتھ پاپی کر رہے ہوں۔ عورت کی آواز پھر سنائی دی لیکن دوسرے ہی لمحے میں اسکی آواز اس طرح گھٹ کر رہ گئی جیسے کسی نے اسکے منہ پر باتھ رکھ دیا ہو۔

سب اسکر جھپٹ کر کمرے سے باہر نکلا لیکن آواز کدھر سے آئی۔ کیونکہ برابر والے دونوں کمرے باہر سے مغلل تھے۔ وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔... پورا برآمدہ سنان تھا۔ کروں کے رہنے والے شائد قتل کے حداثے کے متعلق معلومات بھی پہنچانے کے لئے نیچے چلے گئے۔ سب اسکر لوٹنے ہی والا تھا کہ اسے ایک عورت کی تیز جیخ سنائی دی۔ یہ آواز اسی رقصہ کے کمرے سے آئی تھی۔ سب اسکر دوڑتا ہوا کمرے میں آیا اور پھر اس کے منہ سے جیخ نکل گئی۔ وہی خبر وہ جسے زمین پر چھوڑ گیا تھا رقصہ کے سینے میں پیوست تھا اور وہ تڑپ رہی تھی۔ اس نے دو تین بار آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سب اسکر کی طرف دیکھا اور پھر گردن ایک طرف ڈال دی۔.... وہ مر بھی تھی۔... سب اسکر دوڑتا ہوا نیچے گیا۔

اسکر جگدیش بوكھلا گیا۔.... وہ سب اسکر پر برس پڑا۔ آخر وہ اسے چھوڑ کر باہر گیا ہی کیوں

تحا۔ اس نے ہوٹل کے سارے دروازے بند کر دیئے اور ایک ایک کونہ چھان بارا لیکن کوئی ایسا آدمی نہ مل سکا جسے تک کی بنا پر گرفتار کیا جاسکتا۔ اوپر کے کروں میں اس رقصہ کے علاوہ کوئی دوسری عورت تھی ہی نہیں.... پھر آواز کہاں سے آئی تھی.... جلدیں کو اختلاج سا ہونے لگا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے.... آخر کار اس کے لئے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ رہ گیا کہ ایشیاء کے جوان سال اور مشہور جاؤں اسکے فریدی کو فون کرے۔ لیکن اس وقت ایک بیج رہا تھا.... کیا فریدی اپنا آرام چھوڑ کر اس وقت چلا آئے گا۔ اس نے سوچا.... لیکن پھر کرتا ہی کیا.... اس نے فریدی کو فون کر دیا۔

سر بنتھاں

صحیح کے سات بجے تھے۔ سردی شدید تھی۔ اسکے فریدی اپنے کمرے میں آتشدان کے پاس بیٹھا اونگھے رہا تھا۔ پہچلی رات وہ سونے ہی جا رہا تھا کہ اسے ٹلی فون پر جلدیں کا پیغام ملا تھا اور پھر اس نے باقی رات دلکشا ہوٹل ہی میں گزار دی۔ اس کے لئے یہ پہلا موقع تھا کہ جائے واردات پر وہ کسی خاص نیتی پر پہنچ سکا تھا۔ حالات کی چیزیں اور انوکھے پن کی وجہ سے اس کا ذہن کام نہیں کر رہا تھا۔ یہ چیز اس کے لئے بہت ہی عجیب تھی کہ ایک رومال کے سلسلے میں دو قتل ہو گئے اور پھر اس مصری رقصہ کا عجیب و غریب روایہ؟ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ قتنیش کا رخ کدھر موڑے۔ کیس حد در جد دلچسپ تھا۔

حمدیا بھی تک گھر واپس نہیں آیا تھا۔ وہ رات ہی سے غائب تھا۔ اور ہر کچھ دنوں سے اس کا کچھ عجب حال تھا۔ وہ کافی رات گئے واپس آیا کرتا تھا اور کبھی تو ایسا بھی ہوتا کہ صحیح ہی کو اس کی صورت دکھائی دیتی۔ فریدی کا خیال تھا کہ شاید اس دوران میں اس کی رگ محاشرت پر پھر پھر کرنے لگی۔ اس نے کتنی بار اس سے اس آوارگی کی وجہ بھی پوچھی لیکن اس نے کوئی تشفی بخش جواب نہیں دیا۔

اس وقت فریدی سوچ رہا تھا کہ اگر حمید اس کے ساتھ ہو تو کل رات ہی کو کسی نہ کسی طرح وہ معاملے کی تہہ تک ضرور پہنچ جاتا کیونکہ بعض لا قیت اس کی احتفاظہ حرکتیں اسے کسی صحیح

نیچے پر جانچنے میں مدد دیتی تھیں۔

وہ آتش دا ان کے سامنے بیٹھا او گھٹا رہا۔ اس دوران میں تو کرنے آکر آگ میں کچھ اور ایندھن ڈالا اور چلا گیا لیکن اسے خبر نک نہ ہوتی۔ وہ صرف سوچ رہا تھا اور اس سوچ نے اسے اپنے گرد و پیش کی فضائے بالکل بے نیاز کر دیا تھا۔ دفعتاً برآمدے میں قدموں کی آہٹ سنائی دی اور حمید سکراتا ہوا کرے میں داخل ہوا۔ فریدی اب بھی اسی طرح او گھر رہا تھا حمید اس کے قریب گیا اور جگ کر اس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔

فریدی نے آنکھیں کھول دیں.... اور حمید یو کھلا کر پیچھے ہٹ گیا۔ فریدی کی آنکھیں سرخ تھیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے دود بکتے ہوئے انگارے ہوں۔

”ادھر آؤ....؟“ فریدی تھکپانہ لجھے میں بولا۔ ”کرسی ادھر کھیج لاؤ۔“
”حمد کری کھیج کر خاموشی سے اس کے قریب بیٹھ گیا۔
”کہاں تھے۔“

”کہیں نہیں.... یونہی ذرا۔....“

”یونہی ذرا۔“ فریدی نے گھور کر کہا۔ ”ٹھیک ٹھیک ہتاو۔“

”کیا آج موڑ کچھ خراب ہے۔“ حمید سکرا کر بولا۔

”جو میں پوچھ رہا ہوں اُس کا جواب دو۔“ فریدی نے کہا۔

”اگر میں جواب دینے سے صاف انکار کر دوں تو۔“

”میں فضول بکواس نہیں پسند کرتا۔“ فریدی نے جھنگلا کر کہا۔

”تو اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے۔ رفتہ رفتہ اس کے بھی عادی ہو جائیں گے۔“ حمید نے حمیدگی سے کہا۔

فریدی اسے گھورتا رہا۔

”مجھے افسوس ہے کہ میں رات آپ کے ساتھ نہ ہوں۔“ حمید نے کہا۔

”تو تمہیں اس کی اطلاع ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”اچھی طرح۔“ حمید نے کہا۔ ”کیا آپ نے آج کا اخبار بھی تک نہیں دیکھا۔“

”نہیں ابھی نہیں۔“

”خبر میں یہ بھی ہے کہ اپنکٹ فریدی اس کیس میں دلچسپی لے رہے ہیں۔“

”میں تو عاجز آگیا ہوں ان اخبار نویسیوں سے۔“ فریدی نے کہا۔

”آپ کو یہ سن کر تعجب ہو گا کہ میں بھی رومالوں کے چکر میں پھنسا ہوا ہوں۔“ حمید بولا۔

”کیا مطلب....!“ فریدی نے چونک کر کہا۔ ”تم رات تھے کہاں۔“

”ہائی سر کل ہاتھ کلب میں....!“ حمید نے جواب دیا۔

”مگر رومالوں کا چکر کیسا....!“ فریدی نے پوچھا۔

”وہی بتانے جا رہا تھا۔“ حمید بولا۔ ”میں چار دن سے ایک ایسے آدمی کے پیچھے لگا ہوں جو عورتوں کے رومال چڑایا کرتا ہے اور آپکو یہ سن کر حیرت ہو گی کہ وہ کوئی معمولی آدمی نہیں لیکن وہ ایک معمولی چور یا جیب کترے کی طرح فیشن ایبل عورتوں کے دستی رومال اڑایا کرتا ہے۔“

”آخر وہ ہے کون....؟“ فریدی نے دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

”ایک معزز اگر یہ سر بیتحال ہیور تھے....!“

”سر بیتحال....سر بیتحال....!“ فریدی کہتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ اُس کے چہرے پر دلی ہوئی بے چینی کے آثار تھے۔

”سر بیتحال....!“ فریدی نے ایک بار پھر دھر لیا اور حمید سے پلٹ کر بولا۔ ”تم نے کب اُسے رومال چڑاتے دیکھا تھا۔“

”کہہ تو رہا ہوں کہ کئی دونوں سے۔ اُس نے کلب ہی میں درجنوں عورتوں کے رومال چڑائے ہوں گے۔“

”اور تم برا بر اُس کا پیچھا کرتے رہے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”یہ ایک قدرتی امر تھا۔ کسی بڑے آدمی کو اتنی ذلیل حرکت کرتے دیکھ کر یقیناً حیرت ہو گی اور پھر رومال کی حیثیت ہی کیا۔... ایک خطاب یا فتح امیر آدمی اگر اسی حرکتیں کرنے لگے تو خواہ مخواہ اُس کی وجہ دریافت کرنے کو دل چاہے گا۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں اس کی وجہ نہ دریافت کر سکا۔“

”کل رات بھی تم اُس کے پیچھے تھے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”ہاں....!“

"کس وقت تک۔"

"دو بیج تک....!" حمید بولا۔ "وہ تقریباً دو بیج کلب سے انٹھ کر گیا تھا۔"

"وہ اس وقت تک وہاں کرتا کیا رہا۔" فریدی نے پوچھا۔

"برچ کھلی رہا تھا.... لیکن کل رات کو اس نے کسی کارروال غائب نہیں کیا حالانکہ اسے اس کے بہت سے موقع نصیب ہوئے۔"

"وہ کلب میں کس وقت سے تھا۔"

"تو بیج سے۔"

"اور اس دوران میں وہ کہیں باہر نہیں گیا۔"

"نہیں....!"

فریدی کسی سوق میں پڑ گیا۔ وہ مظہر بان انداز میں کمرے میں ٹھیل رہا تھا۔

"تم جانتے ہو سر پنجھال کون ہے؟" فریدی ختنے والا پلٹ کر حمید سے پوچھا۔

"میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ وہ ایک خطاب یافتہ آدمی ہے اور بغرض سیاحی یہاں آیا ہے۔"

حمد نے کہا۔

"اس نے مصری آثار قدیمہ پر ایک کتاب بھی لکھی ہے۔" فریدی نے کہا۔

"لکھی ہو گی۔" حمید نے لاپرواںی سے کہا۔ مجھے تو اس کی اس عجیب و غریب حرکت سے

دیکھی ہے۔"

"اور وہ صحیح انسل اگر زیر بھی نہیں.... وہ دراصل جرمن ہے اسے اپنے نانا کا خطاب سع

جا سید اور تین میں ملا ہے اس کا نانا اگر زیر تھا۔"

"تو کیا وہ صحیح انسل اگر زرنہ ہونے کی بنا پر رومال چڑاتا ہے۔" حمید نے فس کر پوچھا۔

"یہ بات اتنی اہم نہیں ہے جتنی کہ اس کی مصری آثار قدیمہ والی کتاب۔"

"بھلا ان دونوں میں کیا رہ۔"

"وہی ریط جو ایک مصری رقصہ کے رومال اور اس رومال چڑانے والے میں ہو سکتا ہے۔"

"اوہ....!" حمید اچھل کر بولا۔ "تو آپ اتنی دور پہنچ گئے۔ میں کہتا ہوں کہ اس شہر میں

اچاک رومال بازی کیوں شروع ہو گئی۔"

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر کچھ سوچنے لگا تھا۔

”رمال کا واقع مخفی خیز یا نشے کی جگ نہیں معلوم ہوتا۔“ فریدی بڑھ لیا۔ ”اس کی اہمیت کچھ نہ کچھ ضرور ہے۔“

”اہمیت ہو یا نہ ہو لیکن یہاں سارے سارے جنت کی شامت ضرور ہے۔“ حمید بولا۔

”میں جانتا ہوں“ فریدی سکرا کر بولا۔ ”اگر وہ عورتوں کے ردمال نہ چر اتا ہوتا تو شام کم اس کی طرف دھیان نہ دیتے۔ ہے نائی بات۔“

”حضور والا سو فیصدی بھی.... مجھے دراصل یہی چیز اتنی راتوں تک جگاتی رہی کہ آخر وہ صرف عورتوں ہی کے ردمال کیوں چر اتا ہے۔“

”لیکن تمہاری اس حماقت نے مجھے ایک راستہ دکھادیا۔“ فریدی ہنس کر بولا۔

”اور یہ بھی واضح رہے کہ اب میں اپنے فرض سے سکند و ش ہو گیا۔ اس راستے پر چلنے کی سکت مجھ میں نہیں۔“

”خیر آج رات کو کلب تک تو مجھے لے ہی چلو گے۔“ فریدی نے کہا۔

”آگئی مصیبت....!“

”کل تک مصیبت نہیں تھی۔“ فریدی نے کہا۔ ”خود سے ساری ساری رات مارے پھر واگر میرا ساتھ ہو گیا تو جان لٹکنے لگتی ہے۔“

”خیر فی الحال تو بھوک لگ رہی ہے۔“ حمید نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔ فریدی بھی برآمدے میں آگیا۔ شیو وغیرہ کرنے کے بعد ناشتہ کرنے چلا گیا۔

آفس میں پوست مارٹم کی روپورٹ ملی۔ حینہ کی موت برداشت کی زیادہ مقدار پلی جانے کی وجہ سے واقع ہوئی تھی اور مقتول نوجوان کا معاملہ تو ظاہر تھا۔ دو بجے کے قریب جگدیش نے فریدی کو فون پر بتایا کہ وہ نوجوان ایک آن پڑھ تھا۔ اس کے ساتھیوں سے استفسار پر معلوم ہوا تھا کہ حادثے کی شام کو ایک اچھی حیثیت کا آدمی اُسے اس کے مکان سے بلا کر لے گیا تھا۔ لیکن وہ اُس آدمی کا حلیہ نہیں بتا سکے۔

فریدی نے اس نئی اطلاع پر کسی حیرت کا اظہار نہیں کیا۔ اس کا اندازہ تو اُس نے دیکھ کے بیان ہی سے لگایا تھا کہ مقتول ایک اناڑی آدمی تھا اور خاص مقصد کے لئے استعمال کیا گیا تھا۔

اس مقصد کے حصول پہلے سے اس نے قتل کر دیا گیا کہ کہیں اصل مجرم یا مجرموں کا راز فاش نہ ہو جائے۔... حینہ کا قتل بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی معلوم ہوتا تھا۔... اُسے تو دراصل اُس رومن نے الجھار کھاتھا جس کی وجہ سے دو جانیں چلی گئیں۔... آخر وہ رومال کیسا تھا۔

فریدی دن بھر اسی سمجھی کو سمجھانے میں مشغول رہا۔

شام کو تقریباً سات بجے وہ حید کو لے کر گھر سے نکلا۔ نوبجے تک دونوں ادھر اور گھونٹے رہے پھر انہوں نے ہائی سر کل ٹائٹ کلب کا رخ کیا۔ اس کلب میں زیادہ تر اونچے طبقے کے لوگ آتے تھے۔ ان میں سرکاری افراد سے لے کر تاجر تک ہوا کرتے تھے۔ اس میں قانون کے وہ محافظ بھی آکر دادا عیش دیا کرتے تھے، جو پرانی عورتوں پر ڈاکے ڈالنے کو قانون مخفی سمجھتے تھے۔ شہر کے اونچے گھروں کی عورتیں یہاں آکر رنگ روپیاں منایا کرتی تھیں۔ یہاں دنیا کا ہر نہاد اکام ہوتا تھا لیکن قانون کی اجازت سے۔

فریدی اور حید ایک خالی میز کے گرد بیٹھے گئے۔ ویران کے پاس آیا۔ فریدی نے اُسے کچھ کھانے پینے کی چیزوں اور تاش کے چوس کا آرڈر دیا۔

تحوڑی دیر بعد وہ دونوں بیٹھے فلاں کھیل رہے تھے۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد ایک جوان جوڑا بھی آکر ان کے کھیل میں شریک ہو گیا۔ گیارہ بجے گئے لیکن سرپھال کا کہیں پہنچتا تھا۔

فریدی کی آنکھ بڑھتی گئی آخر کار اُس نے کھیل ختم کر دیا۔ وہ دراصل کسی طرح اُس نوجوان جوڑے سے چھپا چھڑانا چاہتا تھا۔ کھیل کے اختتام پر وہ دونوں اٹھ کر ایک دوسری میز پر چلے گئے اور فریدی سکار سکار کر کر سی کی پشت سے نک گیا۔ حید اٹھ کر تمباکو نوشی کے کمرے اور دوسرے ماحفظہ کروں میں پکڑ لگانے لگا۔ جب وہ واپس آیا تو فریدی اپنی جگہ پر نہیں تھا۔ حید بیٹھ کر اُس کا انتظار کرنے لگا۔

”آپ کے ساتھی کہہ گئے ہیں کہ آپ ان کا انتظار نہ کریں۔“ ایک دیر نے آکر حید سے کہا اور حید جھلا اٹھا۔ آخر اس کا مطلب۔ اب وہ احتمالوں کی طرح چپ چاپ گھر لوٹ جائے اور وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں ابے پیدل ہی گھرنے والیں جانا پڑے بھلا فریدی نے کار کیوں چھوڑی ہو گی۔ آخر اس نے میکی فیصلہ کیا کہ وہ گھر جائے گا ہی نہیں۔

وہ پھر ایک میز پر جا کر فلاں میں جم گیا۔ حالانکہ وہ کبھی فلاں کھیلنا نہیں تھا لیکن وقت گزاری

کے لئے بھی کچھ ہونا چاہئے۔ آخر دھر جا کر بھی کیا کرتا۔ ادھر کچھ دنوں سے رات میں جانے کی عادت بھی پڑ گئی تھی۔

تقریباً بارہ بجے سر بتحال کلب میں داخل ہوا۔ اُس نے سیاہ رنگ کا سوٹ پکن رکھا تھا اور سر پر نیلی قلفت ہیت تھی۔ سر بتحال متوسط قد کا ایک قوی الجذب آدمی تھا۔ عمر چالیس اور پیچاس کے درمیان رہی ہوگی۔ اُس کے ساتھ ایک انگریز اور تھا۔ دونوں ایک خالی میز کے قریب بیٹھے۔ سر بتحال نے چاروں طرف ایک اچھتی سی نظر ڈالی اور پاس کھڑے ہوئے دیش سے کچھ کہنے لگا۔ حمید سنجھل کر بیٹھے گیا۔ چند لمحوں کے بعد دیش ایک کشتی میں شراب کی بوائل اور گلاس لے کر آیا۔ دونوں نے گلاس بھرے اور انہیں ہولے ہولے تین بار نکرانے کے بعد ہوتوں سے لگالیا۔ دو دنوں شراب پیتے رہے۔ آہستہ آہستہ وہ کچھ باقی بھی کرتے جا رہے تھے۔

بوائل خالی ہو جانے کے بعد سر بتحال نے کاؤنٹر پر جا کر قیمت ادا کی اور پھر دونوں لڑکھراتے ہوئے باہر جانے کے لئے آگے بڑھے اس دوران میں حمید اپنی میز سے انٹھ کر دوسرا طرف جا پا تھا۔ جیسے ہی وہ باہر نکلے وہ سائے کی طرح ان کے پیچے لگ گیا۔

حمد سمجھا تھا کہ شاید وہ کار لائے ہوں گے لیکن اس کا خیال غلط تھا کیونکہ وہ پیدل جا رہے تھے۔ سر بتحال کے ساتھی کی حالت نش کی وجہ سے دگر گوں ہو رہی تھی۔ سر بتحال نے اُسے سہارا دے رکھا تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو شاید اس کا ساتھی ایک قدم بھی آگے نہ چل سکتا۔ اس کا ساتھی کچھ عجیب مخلل و صورت کا آدمی تھا۔ وہ تھا تو انگریز لیکن اس کی ڈاڑھی بالکل ہندوستانی سادھوؤں جیسی تھی۔ سمجھنی اور بد وضع جیسے اُس پر کبھی قیچی نہ چلی ہو۔ حمید کے لئے اُس کی ڈاڑھی خاص طور پر معبد بنی ہوئی تھی۔ اس نے بتیرے انگریزوں کو ڈاڑھی رکھے ہوئے دیکھا تھا لیکن ان میں سے کوئی بھی ڈاڑھی کی طرف سے اتنا لاپرواہ نہیں نظر آیا تھا۔

حمد ان کا تعاقب کر رہا تھا جب تک وہ لوگ شارع عام پر چلتے رہے حمید کو دیکھنے کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ سڑک کے کنارے گلے ہوئے بھلی کے سمجھے اُسے بہت زیادہ محاط رہنے پر مجبور کر رہے تھے۔ اچانک ان لوگوں نے سڑک چھوڑی اور پائیں طرف مڑ گئے۔ یہ ایک پتی سی تاریک گلی تھی۔ درودیہ اونچی اونچی عمارتیں تھیں۔ یہاں اتنی تاریکی تھی کہ آگے جانے والے دکھانی نہیں دے رہے تھے۔ حمید صرف قدموں کی چاپ سن رہا تھا۔ وہ قدموں کی آہٹ کا

تعاقب کرتا رہا۔۔۔ لیکن تھوڑی دیر بعد اس کی آنکھیں جیت سے بچنی رہ گئیں۔ گلی کے انتظام پر تاروں کی چھاؤں میں اُسے صرف ایک آدمی دکھائی دیا۔ سر پتحال لیکن اُس کا دوسرا ساتھی۔۔۔ وہ کہاں گیا۔ سر پتحال نے اُسے کہاں تھوڑا۔ قدموں کی آواز تو ایک سینہ کے لئے بھی نہیں تھی تھی۔ آخر اُس نے اُسے کہاں اور کس طرح تھوڑا۔ حمید کوئی فیصلہ نہ کر سکا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہئے۔۔۔ لیکن وہ غیر ارادی طور پر سر پتحال کا تعاقب کرتا ہی رہا۔ اب وہ پھر ایک سڑک پر چل رہا تھا۔ یہاں کوئی ایسی جگہ بھی نہ تھی کہ جس کے سہارے چھپ کر وہ تعاقب جاری رکھ سکتا۔ بیکل کے محبووں کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ اس لئے وہ قصد اس سر پتحال سے کافی فاصلے پر چل رہا تھا۔ وفتحا ایک کار اس کے قریب سے گزدی اور سر پتحال کے قریب پہنچ کر رک گئی۔ سر پتحال اُس پر بیٹھ گیا اور کار پھر چل پڑی۔ سڑک پر پھر ناتانی چھا گیا۔ حمید چند لمحے کھڑا سوچتا رہا پھر اُبی تاریک گلی میں داخل ہو گیا جہاں سے وہ سر پتحال اور اس کے ساتھی کا چیخا کرتا ہوا اندر رہا۔ اُس نے ایک چھوٹی سی نارج نکالی اور اس کی روشنی میں راستہ دیکھتا ہوا اپنے لگا۔ اب بھی اُس نے آدمی کی ٹلے کی تھی کہ وفتحا اُسے رک جانا پڑا۔ اس کی نارج کی روشنی ایک اونڈھے پڑے ہوئے آدمی کے گرد دائرہ بنارہی تھی۔ حمید جھپٹ کر اُس کے قریب پہنچا۔ اُس کے ذہن میں ایک خیال پیدا ہوا۔۔۔ کیا سر پتحال نے اُسے یہاں ڈال دیا۔۔۔ وہ اُسے سیدھا کرنے کی کوشش کرنے لگا۔۔۔ اور دوسرے ہی لمحے میں اُس کے منہ سے جیت کی جیخ نکل گئی۔ یہ سر پتحال کا ساتھی نہیں بلکہ کوئی اور انگریز تھا۔ اُس کے سر سے تازہ تازہ خون بہہ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ سر میں گہری چوٹ کھانے کے بعد بیہو ش ہو گیا ہو۔

حمدی ادھر اور روشنی ڈالنے لگا۔ اس علاقے میں زیادہ تر تجارت پیشہ انگریز اور پارسی رہتے تھے۔ تمام دروازے بند تھے سوائے ایک مکان کے جس کے سامنے وہ انگریز پڑا تھا۔ حمید نے دروازے کے اندر روشنی ڈالی ایک جگہ سوچ بورڈ لگا ہوا نظر آیا جس میں سکھنی لگی ہوئی تھی۔ حمید نے اندر جا کر سکھنی کا بیٹن دیایا اور اندر کہیں دور سکھنی بجنتے کی آواز سنائی دی۔ حمید کو تقریباً پندرہ منت تک کھڑے ہو کر تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد کئی بار سکھنی بجائی پڑی۔۔۔ اور پھر قدموں کی آہٹ سنائی دی اندر کے کمرے میں کسی نے بکلی جلائی اور دروازہ کھلا۔ حمید کے سامنے دروازے میں ایک متوسط عمر کی انگریز عورت شب خوابی کا لبادہ پہنچنے کھڑی تھی۔

"کیا بات ہے۔" اُس نے ایک ہندوستانی کو اتنی رات گئے اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر حیرت سے کہا۔

"تمہارے مکان کے سامنے ایک زخمی آدمی بیہوش پڑا ہے۔" حمید نے اس سے کہا۔
"تو میں کیا کروں۔" وہ جھلا کر بولی۔

"بات یہ ہے کہ وہ بھی ایک انگریز معلوم ہوتا ہے۔" حمید نے آہستہ سے کہا۔
"اوہ..... کہاں.....!" وہ آگے بڑھ کر حیرت سے بولی۔

"حمید نے تاریخ کی روشنی بیہوش آدمی پر ڈالی اور عورت چین پڑی۔
اوہ..... شوی..... یہ اسے کیا ہوا۔" وہ اُس پر جھپٹی۔

"لیا تم اسے پہچانتی ہو۔" حمید نے پوچھا۔
"پہچانا کیسا.....!" عورت چین کر بولی۔ "یہ میرا شوہر ہے..... مگر یہ یہاں کہاں۔"

"کیوں؟ کیا اسے کہیں اور ہونا چاہئے تھا۔" حمید نے پوچھا۔

"تھا..... تم میری مدد کرو..... ہم اسے اندر لے جائیں گے۔" عورت نے ملتجانہ انداز میں حمید سے کہا۔

دونوں اُسے انداز کر اندر لے آئے۔ حمید نے اسے صوف پر ڈال دیا۔
عورت اُسے ہوش میں لانے کی تدبیریں کرنے لگی۔

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔" حمید نے پوچھا۔

"میں بہت پریشان ہوں۔" عورت بولی۔ "فی الحال کسی سوال کا جواب نہیں دے سکتی.....
تمہارا بہت بہت شکریہ کہ تم نے مجھے چکانے اور اسے یہاں لانے کی تکلیف گوارا کی۔"

اس کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اب وہاں حمید کی موجودگی پسند نہیں کرتی۔

"مادام مجھے افسوس ہے کہ میں اس کے متعلق ضروری معلومات بھی پہنچائے بغیر واپس نہیں جا سکتا۔" حمید نے کہا۔

"کیوں.....!" وہ تیز لمحے میں بولی۔

"کیونکہ اس قسم کے واقعات کی اطلاع پولیس کو دینا میرا فرض ہے۔"

"مگر میں اسے ضروری نہیں سمجھتی۔" عورت گھبرائے ہوئے لمحے میں بولی۔

"تعجب کی بات ہے کہ تمہارا شوہرات نے اسرار طریقے پر زخمی ہو گیا اور تم اس کی اطلاع پولیس کو دینا ضروری نہیں سمجھتیں۔"

"تمہیں اس سے کیا۔" وہ تیز لمحے میں بولی۔ پھر دفعتاً سنجھل کر کہنے لگی۔ "میرا دماغ اس وقت ٹھیک نہیں مجھے تم سے ایسے لمحے میں گفتگونہ کرنی چاہئے..... میں پولیس کو اس کی اطلاع دینا اس لئے غیر ضروری سمجھتی ہوں کہ....!"

"ہاں ہاں کہو....!" حمید بولا۔

"ہو سکتا ہے کہ یہ اندر میں ٹھوکر کھا کر گرپا ہو اور سر میں چوت لکنے کی وجہ سے بیوٹی آگئی ہو۔" عورت بولی۔

"چوت سر کے پچھلے حصے میں لگی ہے۔" حمید نے کہا۔ "اور میں نے اسے زمین پر اونڈھا پڑا ہوا پیاسا تھا۔ لہذا اگر گرنے کی وجہ سے چوت آئی ہے تو اسے پیشانی یا سر کے اگلے حصے پر ہونا چاہئے تھا۔"

"تم عجیب آدمی ہو۔" عورت جھنجلا کر بولی۔ "تمہیں ان سب باتوں سے کیا مطلب....!"

"سمجا....!" حمید نے معنی خیز انداز میں سر ہلاکر کہا۔ "شاید تم اس سے طلاق لینے کا کوئی معقول بہانا نہیں پیدا کر سکیں۔"

"کیا مطلب....!" عورت جھیکر بولی۔

"تیور پ کی عورتیں... خصوصاً انگریز... جب اپنے شوہروں سے عاجز آ جاتی ہیں تو کسی وجہ سے طلاق نہ لے سکتے کی بناء پر اکثر انہیں قلہی کراویتی ہیں۔" حمید نے پہ سکون لمحے میں کہا۔

"مت بکو۔" عورت بے ساختہ چینی۔ "میں تمہیں گولی مار دوں گی۔"

"اس طرح تم دسر اجرم کرو گی۔" حمید مسکرا کر بولا۔

"اوہ....!" عورت جھلاہٹ میں سر پیشی کی۔ پھر تیزی سے بولی۔ "یہاں سے چلے جاؤ۔"

"میں تمہارے شوہر کی بیوٹی کی معقول وجہ جانے بغیر یہاں سے نہیں جا سکتا۔"

"نکلو....!" وہ حمید پر بچھنی۔ "فوراً نکلو یہاں سے۔"

وہ حمید کو دھکیلتی ہوئی دروازے سک لائی۔

"اس سے کام نہیں چلے گا۔" حمید نے آہت سے کہا۔ "میں پولیس کا آدمی ہوں۔"

"پولیس....!" وہ چوک کر بچھنے ہی۔ لیکن پھر سنجھل کر بولی۔ "کیوں میری پیشانیوں میں

اضافہ کر دے ہو.... تم نہیں دیکھتے کہ میرے شہر کی کیسی حالت ہے۔"

"میں تمہاری مدد کرتا چاہتا ہوں۔" حمید نے کہا۔

"کیا مدد کرنے کا بھی طریقہ ہے۔" عورت تیزی سے بولی۔

"برائٹی...!" حمید گا صاف کرتے ہوئے بولا۔ "آسے تھوڑی برائٹی دو۔"

"میں سب کچھ کر لوں گی تم جاسکتے ہو۔" عورت نے بیزاری سے کہا۔

"خیر میں جادہ ہوں۔" حمید دروازے کی طرف مرتا ہوا بولا۔ "لیکن پولیس جسمیں پریشان

ضرور کرے گی۔"

"ٹھہر دو...!" عورت نے کہا۔

حمدید کراس کی طرف مڑا۔

"آسے اسکے کمرے تک پہنچانا ہے۔ میں اسکے نالے جا سکوں گی۔" حمید مسکرا کر آگے بڑھا۔

دونوں نے آسے پھر اٹھایا اور ایک چھوٹے سے کمرے میں لے آئے۔ یہ کمرہ اپری منزل

میں واقع تھا۔ آسے ایک مسکری پر لانا دیا گیا۔

"تم نہیں ٹھہر دو...! میں برائٹی لے کر آتی ہوں۔" عورت نے کہا اور کمرے سے چلی گئی۔

حمدید ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ دفعتاً ایک خیال اُس کے ذہن میں پیدا ہوا اور اُس کے جسم میں سننا ہٹ دوڑ گئی۔ جسم کے سارے روئیں کھڑے ہوتے معلوم ہوئے وہ انھ کر تیزی سے کھڑکی

کے قریب آیا۔ دوسری طرف چھجا تھا... وہ پھر مڑا اس طرف جانا خطرے سے خالی نہیں۔ وہ

سوچنے لگا.... کمرے کے باہر کئی قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور حمید لوہے کی مسکری کے نیچے

کھس گیا جس کے چاروں طرف چادر لٹک رہی تھی۔

"ارے کہاں گیا۔" عورت کی آواز سنائی دی۔

"نکل گیا...!" کوئی مرد بولا۔

"اوہ...! میں نیچے کا دروازہ کھلا چھوڑ آئی تھی۔"

"وہ ضرور کوئی چور تھا۔" مرد اس طرح جیسے کربولا جیسے آس پاس کے کروں تک اپنی آواز

پہنچانا چاہتا ہو۔

"نیچے کا دروازہ بند کر آؤ۔" دوسرا مرد بولا۔

یہ دونوں سترست اور قد آور تھے۔ ان میں سے ایک کوئی ملٹری آفیسر معلوم ہوتا تھا۔ وہ اتنی رات گئے تک اپنی فوجی وردی ہی میں تھا۔ اس نے دوسرے آدمی کی طرف گھور کر دیکھا اور وہ کمرے سے چلا گیا۔

”ثیوی نے احتیاط سے کام نہیں لیا۔“ اس نے بیہوش انگریز کی طرف اشارہ کر کے عورت سے کہا۔

”مگر وہ اس وقت باہر کہاں گیا تھا۔“ عورت بولی۔ ”میں سمجھی تھی کہ وہ اپنے کمرے میں سو رہا ہو گا۔“

”تمہیں یہ سمجھنے کی ضرورت نہیں۔“ ملٹری آفیسر بولا۔

”لیکن وہ آدمی کہاں گیا؟“ عورت نے کہا۔

”نکل گیا۔“ ملٹری آفیسر نے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ وہ تم سے ہمدردی جتا کر کچھ روپیہ ایمنٹھنا چاہتا تھا۔“

”اس نے تو کہا تھا کہ وہ پولیس کا آدمی ہے۔“

”تم ان مشرقوں کو نہیں جانتیں۔“ ملٹری آفیسر نے کہا۔ ”مگر.... مگر.... ثیوی کو زخمی کرنے کیا۔“

”تم آخر بتاتے کیوں نہیں۔“ عورت بولی۔ ”یہ سب کیا ہو رہا ہے۔“

”تمہیں ان باتوں سے کوئی غرض نہ ہونی چاہئے۔“ ملٹری آفیسر نے کہا۔

”کیوں نہ ہونی چاہئے۔“ عورت جلا کر بولی۔ ”تم لوگ کوئی خطرناک کام کر رہے ہو۔“

”اوہ تم غلط سمجھیں۔“ ملٹری آفیسر نرم لبھ میں بولا۔ ”تم جانتی ہو کہ یہاں کے کئی دیسی تاجر ثیوی کے دشمن ہو رہے ہیں۔“

”لیکن وہ اس وقت کہاں گیا تھا.... اور تم لوگ اس وقت تک کیوں جاگ رہے ہو۔ تم نے اپنا بالا کیوں نہیں تبدیل کیا۔ تم نے ابھی یہ کیوں کہا تھا کہ ثیوی نے احتیاط سے کام نہیں لیا۔“ عورت ایک سانس میں سب کچھ کہے گئی۔

”تم بھی بعض اوقات بہت مسحکہ خیز ہو جاتی ہو۔“ ملٹری آفیسر ہنس کر بولا۔

”ماق میں ٹالنے کی کوشش نہ کرو۔“ عورت تیز لبھ میں بولی۔

"ہمیں نبھی کے لئے کچھ کرنا چاہئے۔" یہ باتیں پھر ہوتی رہیں گی۔ ملٹری آفیسر نے منہ بنا کر کہا اور مسہری کے قریب آگیا۔
 اتنے میں وہ دوسرا آدمی بھی آگیا، جو دروازہ بند کرنے گیا تھا۔
 "میں نے مکان کا کونا کونا دیکھ لالا۔" اُس نے کہا۔
 "برائٹی لاو۔" ملٹری آفیسر بولا جو نبھی کے اوپر جھکا ہوا تھا۔
 "میں پوچھتی ہوں آخر یہ سب ہے کیا۔" عورت مضطربانہ انداز میں بولی۔
 "بھلا میں کیا ہتا سکتا ہوں۔" ملٹری آفیسر جھنجھلا کر بولا۔ "میں تو اپنے کرے....!"
 "سور ہے تھے۔" عورت طنزیہ انداز میں اُس کی بات کاٹ کر بولی۔ "تمہیں صحیح میدان جنگ
 میں جانا ہے نا۔ اس لئے تم وردی پہن کر سوئے تھے.... اور اتنی احتیاط سے لینے تھے کہ کپڑوں میں
 ایک ٹھنک بھی نہیں دکھائی دیتی۔"

ملٹری آفیسر پس پڑا۔

"تم لوگوں نے میرا دماغ خراب کر دیا۔" عورت جھلا کر بولی۔ "ایک گھنٹہ گزر گیا لیکن ابھی تک
 اسے ہوش نہیں آیا۔ معلوم نہیں باہر کتنی دیر سکتی ہے۔ بیوشاں پڑا رہا... کسی ڈاکٹر کو کیوں نہیں لاتے۔"
 تھوڑی دیر بعد نبھی کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور اسے ہوش آیا۔ عورت نے کچھ بولنا چاہا۔
 لیکن ملٹری آفیسر نے اشارے سے منع کر دیا۔
 "میں کہاں ہوں۔" نبھی بھرائی ہوتی آواز میں بولا۔

"اپنے کرے میں۔" عورت جلدی سے بولی۔ "تم گلی میں بیوشاں پڑے تھے۔" نبھی کچھ
 سوچنے لگا پھر اُس نے اٹھ کر بیٹھنا چاہا۔

"تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔" عورت آگے بڑھ کر بولی۔

"فون....!" نبھی جلدی سے بولا۔ "مجھے فون کرنا ہے مجھے آفس میں لے چلو۔"

"کیا پولیس کو....!" عورت نے پوچھا۔

"نہیں....!" نبھی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"تم اس وقت کہاں گئے تھے؟" عورت بے ساخت پوچھے۔

"پھر وی....!" ملٹری آفیسر نے کہا۔ یہ پھر پوچھے لینا۔ نبھی کی دماغی حالت اس وقت

ٹھیک نہیں۔"

"تم مجھے آفس میں لے چلو۔" نبیوی نے ملٹری آفیسر کی طرف دیکھ کر کہا۔ پھر اپنی بیوی سے بولا۔ "تم یہیں مختہرو۔"

"آخر یہ سب کیا ہے۔" عورت آلتا کر بولی۔

"تمہیں اس سے غرض نہیں۔" نبیوی تیز لمحے میں بولا۔

اور پھر وہ تینوں کمرے سے باہر چلے گئے۔ عورت سکیاں لے لے کر روری تھی۔

حید مسہری کے نیچے پڑا سوچ رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ یہاں سے نکل بھاگنا ضروری تھا۔ خطرے کی بوس نے پہلے ہی سوچ گئی تھی اور پھر ان لوگوں کی گنگلوں سے اُس نے اچھی طرح اندازہ لگایا تھا کہ وہ کوئی ایسا کام کر رہے ہیں جو قانون کی نظر وہ میں جرم ہے۔

ابھی حید یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ملٹری آفیسر نے کمرے میں آگر عورت سے کہا۔

"نبیوی تمہیں آفس میں بدارہا ہے۔"

عورت انہ کر اُس کے ساتھ چلی گئی۔

حید نے اندازہ لگایا کہ وہ ابھی جلد ہی اس کمرے میں واپس نہ آسکیں گے۔ کیونکہ شانکدہ نبیوی کی بیوی کو اپنی عجیب و غریب حرکات کا الٹا سیدھا مطلب سمجھا کر اُسے مطمئن کرنے کی کوشش کریں گے۔ وہ مسہری کے نیچے سے نکلا اور میز پر رکھا ہوا بیکل کالی یپ بجھادیا۔ پھر وہ سوچنے لگا کہ اگر نیچے روشنی ہوئی تو اس کا کچڑا جانا ضروری ہے۔ معلوم نہیں وہ کہہ کر ہو جسے وہ لوگ آفس کہہ رہے تھے۔ حید چند لمحے کھڑا رہا پھر اُس نے جیب سے ایک اکنی نکالی یپ سے بلب نکالا اور ہولڈر میں اکنی رکھی پھر اس پر سے بلب لگا کر سوچ آف کر دیا۔ پوری عمارت تاریک ہو گئی۔

حید کمرے سے نکل کر تیزی سے زینے کی طرف بڑھا۔

"شانکد فیوز اڑ گیا۔" کسی نے کہا اور حید دوسرے لمحے گلی میں تھا۔

گونگا بولتا ہے

سردی بہت شدت سے پڑ رہی تھی۔ حید گلی سے نکل کر سیدھا ہائی سرکل ٹاؤن کلب کی

طرف ہو لیا۔ اس نے گھری دیکھی تین بجے ہے تھے۔ کلب پہنچنے پہنچنے اے ایسا محسوس ہونے والا چیزے اس کے جسم کے کھلے ہوئے حصے بالکل سن ہو گئے ہوں۔

کلب میں اب کچھ بے رونقی سی آگئی تھی۔ زیادہ تلوگ جاپکے تھے کچھ میزوں پر صرف وہی لوگ نظر آ رہے تھے جو بہت لمبا کھیل کھیلتے تھے یا پھر وہ جو اپنے پہنچلے خسارے پورے کر رہے تھے۔ حمید ایک خالی میز کے قریب بیٹھ گیا اور کافی منگائی۔....

اس کا ذہن تجزی سے سوچ رہا تھا.... وہ لوگ کون تھے اور ان کا یہ اسرار روایہ..... کیا اس کا تعلق کسی اہم واقعے سے ہو سکتا ہے اور پھر اچانک اسے سر ہتھاں یاد آ گیا۔ آخر اس کا ساتھی کہاں گیا۔ اسے زمین نگل گئی یا آسمان۔ اس گلی میں کوئی اور راست بھی تو نہیں تھا۔

کافی ختم کر پھنے کے بعد اس نے سوچا کہ اب گھر چلانا چاہئے۔ اس وقت ٹیکسی تو ملنے سے روی۔ پیدل ہی جاتا پڑے گا اور یہ خون مجھ کر دینے والی سردی.... اس نے اپنے اور کوٹ کے کار کھڑے کئے اور فلت ہیٹ کا گوشہ چھرے پر جھکاتا ہوا کلب سے نکل آیا۔... گھر پہنچنے پہنچنے سازھے چار بج گئے۔ فریدی کے سونے کے کمرے میں اندر ہمراہ تھا۔ شاید وہ سورہا تھا یا وہاں تھا یہی نہیں۔ نیند سے حمید کی آنکھیں بو جمل ہو رہی تھیں۔ وہ سیدھا اپنے کمرے میں آیا اور کپڑے اتنا کر مسہری میں گھس گیا۔

اور پھر اسی وقت اس کی آنکھ کھلی جب فریدی نے اسے جمجھوڑ جمجھوڑ کر جگایا۔ ”ارے صاحب کون سی آفت آگئی۔ وہ لحاف سے منہ نکال کر میز پر رکھی ہوئی نائم چیز کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔“ ابھی تو نوہی بچے ہیں۔“

اس نے پھر منہ اندر کر لیا اور فریدی نے لاف کھینچ کر الگ ڈال دیا۔

”لا جوں ولا قوتہ....!“ حمید اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”تم کہاں تھے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”جبکہ سے ابھی آپ نے اٹھایا ہے۔“

”میں پوچھتا ہوں رات تم کہاں رہے۔“

”اس کیلئے مجھے سوچتا پڑے گا۔“ حمید نے کہا اور کمرے سے نکل کر ٹھیل خانے میں چلا گیا۔ فریدی لا بسیری کی طرف گھوم گیا وہ خیالات میں ڈوبا ہوا تھا۔

حید ناشت کرنے کے بعد پاپ پیتا ہوا ٹلی فون کے قریب آیا۔ فریدی کسی کتاب کے مطالعے میں غرق تھا۔ حید رسیور اٹھا کر بولنے لگا۔ ”یہلو.... کوتوالی.... ذرا جگدیش.... میں حید بول رہا ہوں.... کل رات یا آج صح کسی انگریز نے کوئی رپورٹ تو نہیں درج کرائی.... اوه.... کیا نام بتایا تم نے راشر نجی ہاں.... ہاں.... کیا.... بہت خوب.... اچھا شکریہ.... نہیں کوئی خاص بات نہیں.... شام کو آرہے ہو.... اچھا....!“ حید نے رسیور رکھ دیا۔ اس دوران میں فریدی اُسے گھور گھور کر دیکھتا رہا۔

”کوئی نئی حماقت....؟“ فریدی نے طنزی انداز میں سکرا کر پوچھا۔

”جی ہاں میری توہر حرکت حماقت ہے۔“ حید نے کہا۔ ”میں ایک نئے معاملے کی تحقیقات کر رہا ہوں۔“

”بہت اچھے!“

”تو گویا آپ مذاق سمجھتے ہیں۔“

”جی نہیں۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ سر بیتحال کا تعاقب کرتے کرتے ایک دوسرے معاملے میں ناگز اڑا بیٹھے۔“

”جی....!“ حید نے چوک کر کہا۔ ”آپ کو جیسا معلوم۔“

”خبر اُسے چھوڑو۔ اس مکان کا نمبر کیا تھا۔“ فریدی نے پوچھا۔

”پہلے آپ یہ بتائیے کہ آپ کو معلوم کیسے ہوں۔“

”بکواس چھوڑ جو میں پوچھتا ہوں اس کا جواب دو۔“ فریدی نے کہا۔

”۱۲/۲۳ ہمارے اسٹریٹ....!“

”تم کچھ اور بھی کہنا چاہتے ہو۔“ فریدی حید کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”کہو....!“

”کچھ نہیں....!“

”میں اس نئے معاملے کے متعلق جانتا چاہتا ہوں جس کی تم تحقیقات کر رہے ہو۔“

”آپ کو شاید نہیں معلوم کہ میں نے اپنا طریقہ کار بدل دیا ہے۔“ حید نے فریدی کے لمحے کی نقل کرتے ہوئے کہا۔

”اچھا جی۔“

”جی ہاں....!“

”خیر جانے دو مجھے کیا....!“ فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ ”شاید تم ابھی فون پر جکد لیش سے باتیں کر رہے تھے۔ کیا جکد لیش نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ شوی کے بیباں ایک بد معاشر بھی گھس گیا تھا، جو بعد میں ان کے بیباں کی لائٹ فیوز کر کے نکل بھاگا.... اور اس کا حلیہ.... اُس نے حلیہ بھی درج کر دیا ہے.... میری رائے تو یہ ہے کہ تم اُس وقت تک گھر سے باہر نہ لکنا جب تک تمہارے پر کافی گھنی ڈال جیتے نکل آئے۔“

حمدی خاموشی سے فریدی کی طرف دیکھتا رہا۔ اُس کی حالت اس وقت کسی ایسے بچے کی سی ہو رہی تھی ہے کسی غلطی پر نوک دیا گیا ہو۔

”تمہارا طریقہ کارروائی بہت دلچسپ ہے۔“ فریدی ہس کر بولا۔

حمدی نے کوئی جواب دینے کی بجائے جھینپ کر ایک کتاب اٹھا۔

”ہاں اب کہہ چلو۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں یہ نہیں کہتا کہ تم نے غلطی کی۔“

چند لمحوں کی چلکچلاہٹ کے بعد حمدی نے رات کے سارے واقعات دہرا دیئے۔

”لیکن آپ کو اس کا علم کیسے ہوا۔“ حمدی نے پوچھا۔

”کچھ میں پہلے ہی سے جانتا تھا بقیہ باتیں تم نے بتائیں اور انجام کی اطلاع جکد لیش سے ملی۔

اس نے آج صحیح مجھے شوی کے متعلق فون کیا تھا۔“ فریدی نے کہا۔

”پہلے سے آپ کچھ جانتے تھے وہ کس طرح آپ کو معلوم ہوا۔“ حمدی نے مختصر بانہ انداز

میں پوچھا۔

”ابھی بتاؤں گا۔“ فریدی نے کہا۔ ”تمہاری داستان کا یہ حصہ دلچسپ ہے کہ شوی کے مکان میں کوئی وردی پہنک کر سویا تھا اور اس پر شوی کی بیوی کو حیرت تھی۔“

”بس یہیں سے میرے شکوک اور زیادہ بڑھ گئے تھے۔“ حمدی نے کہا۔

”بہر حال“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”اس سے تم کس نتیجے پر پہنچے ہو۔“

”سبکھ میں نہیں آتا کہ کس نتیجے پر پہنچوں۔ میں سر بیتحال اور اس کے عجیب الخلق ساتھی کا تعاقب کر رہا تھا۔ دونوں ایک گلی میں داخل ہوئے حمید و نوں کے قدموں کی آوازیں سننا رہا اور جب سر بیتحال گلی کے دوسرے سرے پر پہنچا تو وہ بالکل تھا تھا۔ اگر ایک سینٹ کیلئے بھی اسکے قدم

رکے ہوتے تو میں کہتا کہ اس نے وہیں کہیں اُسے ڈال دیا ہو گیا کسی کے حوالے کر دیا ہو گا۔ ”
”اور واپسی میں تم نے بھوئی کو گلی میں پڑا دیکھا۔“ فریدی نے کہا۔

”اور اسی لئے میں یہ سمجھنے پر مجبور ہوں کی بھوئی ہی سر بتحال کے ساتھ تھا۔ اس کی ساد ہوں جیسی ڈاڑھی سے میں نے پہلے ہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ نعلیٰ ہے۔“

”اچھا تو تم یہ سمجھ رہے ہو کہ سر بتحال نے اُسے شراب پلائی اور گلی میں لے جا کر اس کی ڈاڑھی نوچ لی پھر زخمی کر کے وہیں ڈال دیا۔“ فریدی سکرا کر بولا۔
”پھر اس کے علاوہ اور سمجھا ہی کیا جا سکتا ہے۔“

”فرض کرو اگر ایسا ہی ہے تو تم اس حرکت کو کیا معنی پہناؤ گے؟“
حید خاموش ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا۔

”بظاہر یہ حرکت قطعی ہے معنی معلوم ہوتی ہے۔“ حید نے کہا۔
”مگر....!“

”مگر یہ کہ میں غیب دان نہیں ہوں۔“ حید جھلا کر بولا۔
فریدی پہننے لگا۔....

”خیر....!“ فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ ”میں سمجھتا ہوں....!“

تحوڑی دیر بعد وہ دونوں تہہ خانے کی سینہ ہیاں طے کر رہے تھے۔

اور پھر وہ لمحہ بھی عجیب تھا جب حید کے منہ سے حیرت کی چیز نکل گئی تھی۔

سر بتحال کا عجیب الخلق ساختی۔ فریدی کے تہہ خانے میں بیٹھا! نہیں آنکھیں چھاڑ چھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔

”یہاں تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔“ فریدی نے اس سے انگریزی میں کہا۔ ”تمہیں اس سمجھنی ڈاڑھی کی وجہ سے گرمی لگ رہی ہو گی اسے اب اپنے چہرے سے ہٹاہی دو تو بہتر ہے۔“
حید اس کے چہرے پر فریدی کے الفاظ کا رد عمل دیکھ رہا تھا۔.... سر بتحال کا ساتھی اس طرح فریدی کی طرف دیکھنے لگا جیسے اس نے کچھ سنائی نہ ہو۔

”میرے خیال سے یہ گونگا ہے۔“ فریدی نے حید کی طرف مرکر انگریزی میں کہا۔
”ہو سکتا ہے۔“ حید بولا۔

"ٹھہرو! میں اس کی ڈاڑھی الگ کئے دیتا ہوں۔" فریدی نے کہا اور آگے بڑھ کر اُس کی ڈاڑھی نوچ لی۔ وہ خوفزدہ نظر آنے لگا۔ لیکن زبان سے پکج نہ بولا۔ اُس کے چہرے سے مصنوعی ڈاڑھی الگ ہو چکی تھی۔

فریدی اُس کے قریب بیٹھ گیا اور حمید کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر فریدی نے ایسی گفتگو چیخزدی جس کا ان معاملات سے کوئی تعلق ہی نہ تھا۔ حمید کو حیرت ہو رہی تھی کہ آخر اس سے فریدی کا کیا مطلب ہے۔

"ارے خدا غارت کرے۔" سرپتھال کے ساتھی نے یک بیک اچھل کر عربی زبان میں کہا۔ حمید گھبرا کر اس کی طرف دیکھنے لگا اور فریدی نے قبھہ لگایا۔

"تو کیا تم انگریزی زبان بالکل نہیں جانتے۔" فریدی نے عربی میں پوچھا۔ "جانتا ہوں۔" وہ جھلا کر بولا۔

"بہر حال تمہاری مادری زبان عربی معلوم ہوتی ہے۔"

"ہاں میں حسینہ کا بھائی ہوں۔" وہ جھی کر بولا۔ "جس طرح تم لوگوں نے اُسے قتل کیا ہے مجھے بھی مارڈا لو..... میں اب زندہ نہیں رہتا چاہتا۔"

حمدی کو حیرت ہو رہی تھی کہ آخر یک بیک یہ گونگا بول کیسے پڑا۔ وہ عربی زبان سے ناداواقف تھا لیکن اتنا ضرور سمجھ گیا تھا کہ سرپتھال کا ساتھی اور فریدی عربی میں گفتگو کر رہے ہیں۔

"اوہ تو تم حسینہ کے بھائی ہو۔" فریدی نے کہا۔

"ہاں ہاں..... لیکن اب دیر کس بات کی ہے۔ مجھے بھی قتل کر دو۔" اس نے جواب دیا۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں.... ہم تمہیں قتل کرنے کے لئے نہیں لائے۔"

"پھر مجھے بیہاں تہہ خانے میں کیوں رکھا گیا ہے۔"

"کل رات تم کس کے ساتھ تھے اور تم نے بھیس کیوں بدلتا رکھا تھا۔" فریدی نے اس کے سوال کو نظر انداز کر کے پوچھا۔

"اور بھیس بدلتے کے باوجود بھی میں نہ فوج سکا۔"

"تم قطعی فوج گئے۔" فریدی نے سمجھی گی سے کہا۔ "لیکن سرپتھال کو ایک مصری سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔"

”وہ میرے مر جوم باپ کا دوست اور میرا ہمدرد ہے۔“

”کیا وہ حسین کو پہچانتا تھا۔“ فریدی نے پوچھا۔

”نہیں....!“

”اور تمہیں....؟“

”ہاں وہ مجھے پہچانتا ہے.... لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم اسے بھی ختم کر دو۔“

”تم اس شہر میں کب آئے ہو۔“

”کل دوپہر کو۔“

”سر بیتحال سے تمہاری ملاقات کس طرح ہوئی۔“

”میں اسی کے ہاں تھے اتحا۔“

”تمہیں کل ہی حسین کے قتل کے متعلق معلوم ہو گیا تھا۔“

”ہاں....!“

”تو پھر تم نے اپنے متعلق پولیس کو کیوں اطلاع نہیں دی۔“

”تمہیں ان سب باتوں سے کیا مطلب....!“ وہ جھلا کر بولا۔

”مطلوب یہ ہے کہ میں یہاں کے ملکہ سر آغسانی کا انپکٹر ہوں۔“

سر بیتحال کا ساتھی حیرت سے اُس کی طرف دیکھنے لگا۔

”تمہارا نام....؟“ فریدی نے پوچھا۔

”فضل.... محمد فضل....!“

”تم نے ایک بہت بڑا جرم کیا ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”میں نے....؟“ وہ متین رانہ انداز میں بولا۔

”ہاں تم نے.... تھیں اپنے متعلق پولیس کو ضرور مطلع کرنا چاہئے تھا۔“

”مجھے سر بیتحال نے روک دیا تھا۔“

”کیوں....؟“

”آسے ڈر تھا کہ کہیں میں بھی نہ قتل کر دیا جاؤں۔“

”آخر اس ڈر کی وجہ....؟“ فریدی نے پوچھا۔

”اس لئے کہ اب اپنے خاندان میں صرف میں ہی باقی رہ گیا ہوں۔“

”میں تمہارا مطلب نہیں سمجھتا۔“

”میرے علاوہ میرے خاندان کا ایک ایک فرد قتل کیا جا چکا ہے۔“

”آخر کیوں....؟ کوئی وجہ....!“

”وجہ تو مجھے بھی آج تک نہیں معلوم ہو سکی۔ پہلے میرا باپ قتل ہوا۔ پھر بڑا بھائی، پھر بہن اور شاید اب میری باری ہے۔“

”میں اُس رومنال کے بارے میں جانتا چاہتا ہوں جس کے لئے تمہاری بہن قتل کی گئی۔“

”اوہ وہ منہوس رومنال....!“

”ہاں ہاں کہو۔“

”وہ رومنال میرے باپ نے اپنے قتل سے ایک روز قبل میرے بڑے بھائی کو دیا تھا۔“

”آخر وہ رومنال تھا کیسا....!“

”معمولی چیز کے سب رومنال ہوتے ہیں۔“

”تمہارے باپ کے قاتمیوں کا کچھ پتہ چلا تھا۔“

”نہیں.... لیکن میرا خیال ہے کہ وہ کسی آدمی کا کام نہیں تھا۔“

”یعنی....!“

”یہ کام ان سے کئی ہزار گئی طاقت والے کا تھا۔“

”میں پھر نہیں سمجھتا۔“ فریدی نے دلچسپی کا انکھار کرتے ہوئے کہا۔

”اب میں کس طرح بتاؤ۔“ وہ کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”بس اسی طرح سمجھ لو کہ اگر تم کسی شخصی منی چڑیا کی ناگی میں پکڑ کر زور آزمائی کرو تو اس کا کیا حشر ہو گا۔“

”اوہ....!“ فریدی کے مند سے بے اختیار نکل گیا۔ ”تم قاہرہ کے فوجی سراغ رسائی علی فضیل کے لارکے تو نہیں ہو۔“

”ہاں میں اُسی مظلوم باپ کا بیٹا ہوں۔“ وہ گلے کیر آواز میں بولا۔

”شاید اب سے تین سال قبل ہمیں اس درودناک قتل کی اطلاع ملی تھی۔“ فریدی نے کہا۔

”اور پھر تمہیک اسی کے تیسرے دن میرے بھائی کو کسی نے گولی کا نشانہ بنادیا۔“

”اور وہ رومال...!“ فریدی نے مختصر بانہ انداز میں پوچھا۔

”میں اس رومال کو بھول جانا چاہتا ہوں۔“

”لیکن یہ نہ بھولو کر تمہیں ان تینوں کے قاتلوں سے انتقام لینے کے لئے زندہ رہتا ہے۔“

”انتقام...!“ وہ حسرت آمیز لمحہ میں بولا۔ ”کسی ان دیکھی قوت سے انتقام نہیں لیا جاسکتا۔ سر بیتحال کا خیال ہے کہ یہ کسی آدمی ہی کا کام ہے لیکن میں اسے مانے کیلئے تیار نہیں۔“

”آخر کیوں۔“

”میرے باپ کی نہ اسرار موت۔“

”لیکن تمہارا بھائی تو کسی کی گوئی سے ہلاک ہوا۔ تمہاری بہن کو کسی نے خبر مارا۔“ فریدی نے کہا۔

”یہ سب اُسی رومال کی خوبست ہے۔“ وہ کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”یقیناً وہ رومال آسیب زده ہے اس کا تعلق کسی خبیث روح سے ہے۔“

”لیکن وہ رومال تمہاری بہن ملک کیسے پہنچا تھا۔“ فریدی نے پوچھا۔

”میں اس دوران میں وہاں موجود نہیں تھا۔ بھائی اور باپ دونوں کی موت کی اطلاع مجھے ایک ساتھ ملی۔ جب میں قاہرہ واپس آیا تو میرے ماموں نے مجھے سب حالات بتائے اپنی موت سے ایک روز قبل میرے بھائی نے وہ رومال حسینہ کو دے کر احتیاط سے رکھنے کی ہدایت کی تھی اور پھر بھائی کی موت کے بعد حسینہ نے اسرار طور پر غائب ہو گئی۔۔۔ میں اسے ڈھونڈتا رہا۔۔۔ مجھے اطلاع ملی وہ تمہارے ملک میں آئی ہے۔۔۔ میں برادر اسے ڈھونڈتا رہا اور پھر جب یہاں پہنچا تو اخبار میں اس کی تصویر دیکھی اور موت کی خبر۔۔۔ کاش میں بھی۔۔۔ اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔“

”سر بیتحال سے تم پہلی بار کب اور کہاں ملے تھے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”باپ اور بھائی کی موت کے بعد وہ ہمارے یہاں آیا تھا۔“

”حسینہ اس وقت موجود تھی۔۔۔؟“ فریدی نے پوچھا۔

”نہیں وہ لاپتہ ہو چکی تھی۔“

”تم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہو کہ سر بیتحال نے اسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔“

”مجھے یقین ہے کہ وہ اسے نہیں پہچانتا تھا۔“

”سر بتحال کے سامنے کبھی اس روایا کا تذکرہ بھی آیا تھا.....؟“ فریدی نے پوچھا۔
”کل کے علاوہ بھی نہیں۔“

”کیا تمہیں اپنے حافظے پر بھروسہ ہے۔“
”قطیعی....!“

”تمہیں اس بات پر کس طرح یقین آگیا تھا کہ سر بتحال تمہارے باپ کا دوست تھا۔“
”مجھے یہ سر بتحال ہی کی زبانی معلوم ہوا تھا۔“

”کبھی تمہارے باپ نے بھی اس کا تذکرہ کیا تھا۔“
”کبھی نہیں۔“

”ہوں....!“ فریدی کچھ سوچنے لگا۔

”لیکن میں کس طرح یقین کرلوں....“ وہ جملہ اوہ سوراچھوڑ کر فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔
”میں سچ سچ ایک سرکاری جاسوس ہوں اور تمہاری بہن کے قتل کے مسئلے میں تحقیقات
کر رہا ہوں اور تمہاری حفاظت بھی میرے ذمے آپزی ہے۔“
فضل خاموشی سے زمین کی طرف دیکھنے لگا۔

”مجھے یہاں کب تک رہنا پڑے گا۔“ اس نے تھوڑی دیر بعد فریدی سے پوچھا۔
”زیادہ دن نہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”مجھے یقین ہے کہ میں جلد ہی اپنے مقصد میں کامیاب
ہو جاؤں گا۔“

”تھوڑی دیر کے لئے پھر خاموشی چھانٹی۔ حمید کے چہرے سے اضطراب ظاہر ہو رہا تھا۔
”سر بتحال نے کل رات تمہیں اتنی زیادہ کیوں پلا دی تھی۔“ فریدی نے اچانک پوچھا۔
”یہ میں نہیں جانتا۔“ فضل نے کہا۔

”تمہارا بھیس اُسی نے بدلا تھا۔“

”ہاں....!“

”کیا تمہیں سر بتحال پر اعتماد ہے۔“

”ہاں....!“

”آخر اُس کی وجہ....!“

”میں نے بتایا تاکہ وہ میرے بابا کا دوست ہے۔“

”لیکن تمہارے پاس اس کے لئے کوئی دلیل نہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”پھر بھلا خواہ تنوڑا اسے خود کو ان کا دوست ظاہر کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔“

”ممکن ہے کہ اس ردمال کو حاصل کرنے کے لئے اُس نے ایسا کیا ہو۔“ فریدی نے کہا۔

فضل کچھ سوچنے لگا۔

”یہ سب کچھ میری سمجھ میں نہیں آتا....!“ وہ تھوڑی دیر بعد اکٹائے ہوئے لبجھ میں بولا۔

”بہر حال یہ تو مجھے دیکھنا ہے۔“ فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ”تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہ

ہوگی۔“

حید اور فریدی تہہ خانے سے واپس آگئے۔

حید کا رقب

”یک دو گونگا بول کیسے پڑا تھا۔“ حید نے فریدی سے پوچھا۔

”میں نے اس کے پن چھادیا تھا۔“ فریدی نے جواب دیا۔

”کمال کیا آپ نے.... اگر آپ ایسا نہ کرتے تو شاید وہ گونگا ہی بنا رہتا۔“

”شاید آپ لوگ عربی میں گفتگو کر رہے تھے۔“

”اور اگر تم اس گفتگو کا حصل سن لو تو اچھل ہی پڑو گے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔

”کچھ بتائیے بھی تو....!“ حید بے صبری سے بولا۔

فریدی نے مختصر الفاظ میں اُسے اپنی اور فضیل کی گفتگو کا مطلب بتایا۔

”تو کیا یہ واقعہ آپ کو کسی خاص راستے کی طرف لے جائے گا۔“ حید نے پوچھا۔

”راستے کی طرف نہیں البتہ یہ پگڈا ٹھی کی طرف اشارہ ضرور کرتا ہے.... اور وہ پگڈا ٹھی

ایک تیرہ دنار جنگل کی طرف جاتی ہے جہاں پہنچ کر راستے کا تعین خود ہمیں کرنا پڑے گا۔“

”غائب آپ کا اشارہ سر بچھال کی طرف ہے۔“ حید نے کہا۔

”تمہارا خیال درست ہے۔“ فریدی نے سوچنے ہوئے کہا۔

"علی فضیل کا قتل کسی ایسی جگہ ہوا تھا جس کے متعلق مقامی باشندوں کا خیال ہے کہ ۰۰ بدار واح کا مسکن ہے۔ محمد فضیل کا بیان بھی اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔۔۔ مجھے اس مقام کا نام نہیں یاد رہا لیکن اتنا یاد ہے کہ یہ واقعہ مصر کے کسی ساحلی دیہی علاقے میں پیش آیا تھا۔۔۔ لیکن سر بیحال۔۔۔ اس کی شخصیت کا اس واقعے سے نیا تعلق ہو سکتا ہے۔۔۔ تم نے مجھے بتایا تھا کہ وہ کتنی دنوں تک فیشن سیل نوجوان عورتوں کے رومال چراتا رہا۔ اس سے اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے کہ وہ حسینہ کو نہیں پہچانتا تھا۔"

فریدی خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر آہستہ آہستہ بولا۔

"سر بیحال محمد فضیل کو بھی مٹھا نے لگا دینا چاہتا تھا۔۔۔ لیکن آخر کیوں۔۔۔ وہ رومال کیسا ہے جس کے لئے تین قتل ہو گئے۔"

"ارے ہو گا کوئی خزانے وزانے کا چکر۔۔۔ اور پھر مصر تو بڑا نہ اسرار ملک ہے۔۔۔ کیا آپ وہ چیل کی مورتی بھول گئے۔" حمید نے کہا۔

"مصر قطبی پر اسرار نہیں۔" فریدی نے کہا۔ "بعض انگریزوں کی بیمار ذہنیت نے اسے نہ اسرار بنا دیا ہے۔ ہم لوگ عام طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ انگریزوں میں ضعیف الاعتقاد نہیں ہیں۔ حالانکہ چینا لیس فیصلہ انگریز اتنے ضعیف الاعتقاد واقع ہوئے ہیں کہ ان سے ہماری نانیاں اور دادیاں بھی پنڈھ مانگ جائیں۔"

"بہر حال یہ کوئی ایسا ہی معاملہ ہے۔" حمید نے کہا۔

"لیکن تمہیں یہ نہ بھولنا چاہئے کہ علی فضیل ایک فوجی جاسوس تھا اور دوسری جنگ عظیم میں اس نے اطاalloیوں کے کئی مورچے تراوادیے تھے۔"

"اس سے کیا ہوتا ہے۔" حمید نے کہا۔ "کیا وہ کسی خزانے کے چکر میں نہیں پڑ سکتا۔"

"وہ کیمبویسی صدی کے لوگ اتنے احتق نہیں ہوتے۔" فریدی نے کہا۔

"تو پھر آپ کیوں سسر جارج کے ساتھ کچمار کے جنگلوں تک دوڑتے چلے گئے تھے۔"

"محض اس مورتی کا راز جاننے کے لئے مجھے خزانے کی توقع پہلے ہی سے نہیں تھی۔"

"تو پھر اس طرح سمجھ بیٹھئے کہ اس رومال کا راز جاننے کے لئے کسی نے تین آدمیوں کو قتل

کر دیا۔ ”حید نے کہا۔

”اچھا چلو بھی سکی۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”ذرایہ تو تاو...!“

”نبیں میں کچھ نبیں بتاؤں گا۔“ حید نے اتنا کر کہا۔ ”آپ یہ بتائیے کہ وہ آپ کے ہاتھ
کیے لگ گیا۔“

”بہت ہی حرمت انگیز طریقے پر...!“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”رات میں کلب سے اٹھ کر
سر بتحال کی طرف نکل گیا تھا۔ میرا درادہ تھا کہ میں سر بتحال کے بیٹگے میں گھس کر اس کی تلاشی
لوں کر دھنٹا مجھے سر بتحال اور فضیل بیٹگے سے نکلتے ہوئے دکھائی دیئے۔ میں نے درادہ ترک
کر دیا۔ حالانکہ تلاشی لینے کے لئے وہ بہت زیاد قع تھا۔ لیکن میں فضیل کو دیکھ کر پہلی ہی نظر میں
بھانپ گیا کہ وہ مصنوعی ڈاڑھی لگائے ہوئے ہے۔ میں نے سوچا کہ ان کا تعاقب کرنا چاہئے اور
میں کلب تک ان کے ساتھ گیا۔ تم نے مجھے نبیں دیکھا۔ میں صدر دروازے کے قریب رکھے
ہوئے بڑے گلدان کی اوٹ میں بیٹھ گیا تھا۔ اور پھر جب تم ان کا تعاقب کر رہے تھے میں تم
سے پچاس قدم کے قابلے پر چل رہا تھا۔... گلی میں تم سر بتحال کے جو توں کی آواز پر آگے بڑھ
گئے اور مجھے نبوی سے الجھتا پڑا۔... سر بتحال چلتے وقت فضیل کو اُس کے حوالے کر کے خود آگے
بڑھ گیا تھا۔ تمہاری طرح میں بھی دھوکا کھا جاتا لیکن نبوی کی ثارچ نے اُس کا راز افشا کر دیا۔ وہ
سمجھا تھا کہ شاید گلی بالکل سنان ہے اس لئے اس نے نہایت اطمینان سے اپنی ثارچ استعمال کی۔
وہ فضیل کو کاندھے پر اٹھائے ہوئے اپنے مکان میں داخل ہی ہو رہا تھا کہ میں اُس پر ٹوٹ پڑا۔
ایک ہاتھ سے میں نے فضیل کو سنبھالا اور دوسرا سے ہاتھ سے نبوی کامنہ دبا کر سر دیوادار سے ٹکرا
دیا۔ اس طرح وہ آواز نکالے بغیر وہیں ڈھیر ہو گیا۔... اور پھر... اور پھر تو تم جانتے ہی ہو کہ
میرے تہہ خانے میں کتنی کہانیاں جنم لے چکی ہیں۔“

فریدی خاموش ہو گیا۔ اس کی آنکھیں میز پر رکھے ہوئے ایش ٹرے پر جھی ہوئی تھیں۔
حید اپنے پاپ میں تمباکو بھر رہا تھا۔

”تو پھر اب ہمارا دسر اقدم کیا ہو گا۔“ حید نے فریدی سے پوچھا۔

”آخر بات کیا ہے۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ”تم اس کیس میں بہت دلچسپی لے رہے ہو۔“

”وجہ یہ ہے کہ آجکل میں اپنی زندگی سے کچھ بیزار سا ہو رہا ہوں۔“ حید نے سنجیدگی سے کہا۔

”اچھا... خیریت تو ہے۔“

”پچھے نہیں کوئی خاص بات نہیں۔“ حمید نے گلوکیر آواز میں کہا۔ اس کی آنکھوں میں نمی سی آگئی تھی۔

فریدی حرمت سے اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ آج سے پہلے بھی اُس نے حمید کو اس موڑ میں نہیں دیکھا۔ پہلے تو وہ سمجھا کہ یہ بھی اس کی کوئی تی مکاری ہے اور اُسے کئی تی شرارت سو جبھی ہے۔ لیکن پھر اُس نے اپنا خیال بدل دیا۔
حمید قطعی سنجیدہ تھا۔

”آخر بات کیا ہے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”پچھے نہیں....!“ حمید بیزاردی سے بولا۔ ”لیکن میں آن دونوں کو کسی مصیبت میں پھنساؤں گا۔“
”کسی دونوں کو....!“

”میا آپ کو نہیں معلوم کہ شہزاد آج کل ایک کیپشن کے ساتھ دیکھی جا رہی ہے۔“ حمید
بصور کر بولا۔

”اوہ بڑی خوشی ہوئی۔ خدا اس کیپشن کی مغفرت کرے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔

”آپ میرا مصلحتکے ازار ہے ہیں۔“ حمید گھٹ کر بولا۔

”تم وہ کیپشن تو نہیں۔“

”آپ کو مجھ سے ہمدردی ہوئی چاہئے۔“

”خدا کا شکر ہے کہ تم ایک بہت بڑے دبال سے فتح گئے۔“ فریدی نے کہا۔

”خدا کی قسم میں دونوں سے سمجھ لوں گا۔“

”بیکار باتیں مت کرو۔“ فریدی نے کہا۔ ”تمہیں صرف ایک عورت چاہئے خود اس کا نام شہزاد ہو خواہ کچھ اور۔“

”نہیں اب مجھے کوئی عورت نہ چاہئے۔“ حمید بحنا کر بولا۔

”اَللّٰهُمَّ....!“

”ای لئے میں اس کیس میں دلچسپی لے رہا ہوں۔“ حمید بولا۔ ”اب میں.... اب میں۔“

”خہر و.... خہر و.... میرے دیو داں۔ کہیں کوئی بڑی ہی قسم نہ کھا بینھنا....!“ فریدی

نے کہا۔ "آخر وہ کیپشن ہے کون۔"

"کیپشن خاور...!"

"کیپشن خاور...!" فریدی اچھل کر بولا۔ "وہی تو نہیں جو مون اسٹریٹ میں رہتا ہے۔"

"وہی... وہی...!"

"ادہ...!" فریدی نے کہا اور اس کی پلکیں بھنج گئیں اور پھر وہ میز پر ایک زور دار گھومناوار کر کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں ٹلی فون کی سخنی بھی۔ فریدی نے ریسیور انھالا۔

"بیلو... ہاں میں بول رہا ہوں... فریدی... ہاں... ہاں... کیا کہا... اور... ٹھوی

جہاں جاتا ہے اُسے جانے دو...! لیکن تم ان دونوں پر کڑی نظر رکھنا... بہت اچھا...!"

فریدی ریسیور رکھ کر حمید کی طرف مرا۔

"لو بھی ان دونوں میں سے ایک تو خود بخود مصیبت میں پھنس گیا۔" فریدی نے کہا۔

"کیا مطلب؟" حمید چوک کر بولا۔

"کیپشن خاور...!"

"میں کچھ نہیں سمجھا۔" حمید مختصر بانہ انداز میں بولا۔

"کیپشن خاور ایک اگریز ملنری آفیسر کے ساتھ ٹھوی کے مکان سے لٹا دیکھا گیا ہے۔ میں اس سے پہلے بھی دو ایک بار اسے سر بتحمال کے ساتھ دیکھ چکا ہوں... کیپشن خاور اور شہناز اور حمید... حمید اور فریدی... خدا کی قسم سر بتحمال نے برا بھائیک جاں بچایا ہے۔"

"تو آپ کا یہ مطلب ہے کہ سر بتحمال نے ہم لوگوں پر نظر رکھنے کے لئے یہ چال چلی ہے۔" حمید نے پیساختہ کہا۔

"میں بھی بھتے پر مجبور ہوں۔ اُس نے اس ولادات سے پہلے ہی ہم لوگوں کا انتظام کر لیا ہے۔"

حمد کچھ سوچنے لگا۔

"شہناز کو تم خاور کے ساتھ کب سے دیکھ رہے ہو۔" فریدی نے پوچھا۔

"دو تین دن سے۔" حمید نے کہا۔ "وہ دونوں کل رات بھی ہائی سر کل کلب میں آئے تھے۔"

شہناز نے شام کے مجھے نہیں دیکھا تھا یا پھر نظر انداز کر گئی تھی۔

"میا سر بتحمال حمید کے قتل اور ردمال کے حصول کے علاوہ بھی کوئی اور حرکت کرنے والا تھا۔"

”کیوں....؟“

”اگر اُس نے خاور کو حسینہ کے قتل سے پہلے ہی شہناز کے پیچے لگا دیا تھا تو اُس کا یہی مطلب ہوا کہ وہ حسینہ کو پیچھا کتا تھا۔“

”اور اگر ایسا تھا تو وہ پھر اور وہ کے رو مال کیوں چ راتا رہا۔“

فریدی پھر خاموش ہو گیا۔... تھوڑی دیر کے بعد وہ حمید سے بولا۔

”تم آج شہناز سے ملو۔“

”میں ہرگز نہ ملوں گا۔“

”میا بچوں کی سی باتیں کر رہے ہو.... میرا خیال شاذ و نادر ہی غلط لکھا ہے۔“

”میں اُس سے مل کر کروں گا کیا۔“

”محض یہ مارک کرنا کہ میرا خیال کہاں تک صحیح ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”اور ہاں خود سے یہ نہ ظاہر ہونے دینا کہ تم خاور کو اس کے ساتھ دیکھ چکے ہو۔“

”لیکن کیا وہ حقیقتاً ہمیں ضرور دھوکا دے گی۔“ حمید نے بے تابی سے کہا۔

”نادانستہ طور پر وہ ہمیں ضرور دھوکا دے سکتی ہے۔“

”یعنی....؟“

”تمہارے ذریعہ۔“

”کہنے کا مطلب یہ کہ شہناز کو کسی اہم معاملے کے متعلق کچھ نہ بتانا۔“ فریدی نے کہا۔

”ہو سکتا ہے کہ وہ باقتوں ہی باقتوں میں کچھ اگل دے۔“

”میں نے کبھی اُس سے کوئی ایسی بات نہیں کی۔“ حمید نے کہا۔ ”اور اب تو اس کا کوئی سوال ہی نہیں رہا گیا۔“

”خیر یہ ایک اچھی بات ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”تم اُس وقت تک کام کے آدمی نہیں ہو سکتے جب تک کہ جنسی بیچارگی میں جلاں ہو جاؤ۔... اگر شہناز اسکی نہیں بھی ہے تو تم یہ سوچنے کی عادت ڈالو کر وہ تمہیں دھوکا دے رہی ہے۔... اس طرح تم ایک قسم کی جلاہث میں جلا ہو جاؤ گے۔... اور یہ جلاہث تمہیں خطر پسندی کی طرف لے جائے گی۔... پھر جہاں تم اس حد تک پہنچے۔... سارا کام بن جائے گا۔... کیا سمجھے۔“

حید کوئی جواب دیے بغیر اٹھ گیا۔ لیکن اُس کے انداز میں ناگواری کا شابہ سکنے تھا۔

تہہ خانے میں دھماکہ

حید کے جانے کے بعد فریدی نے فون پر کسی کو کچھ ہدایات دیں اور کپڑے پہن کر باہر چلا گیا اس کی کار شہر کی باروں قتل سڑکوں پر دوڑتی پھر رہی تھی اور خود وہ خیالات میں کھویا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے کار آفس کی طرف گھمادی۔

ابھی وہ اپنی میز پر بیٹھنے بھی نہیں پایا تھا کہ پرنسنڈنٹ کے چپ اسی نے صاحب کا "سلام دیا" فریدی اس کے کمرے میں چینچا۔ پرنسنڈنٹ کچھ مخترب سانظر آ رہا تھا۔ فریدی کو دیکھتے ہی اُس نے اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"تمہارے استھنٹ کی وجہ سے مجھے کی بڑی بد ناہی ہو رہی ہے۔" پرنسنڈنٹ نے کہا۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"وہ شنوی کے مکان میں کیوں گھساتھا۔"

"میں نے بھیجا تھا۔" فریدی نے کہا۔

"لیکن آخر کیوں۔" پرنسنڈنٹ جھنجھلا کر بولا۔

"ولکشاہوٹل کے حادثات کے سلسلے میں میرا یہ ایک طریق کا رہا۔"

"لیکن ابھی وہ کیس باضابطہ طور پر ہمارے پاس نہیں آیا۔"

"ایک نہ ایک دن تو اسے آنا ہی ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "یہ سول پویس کے بس کا روگ نہیں۔"

"تو تم نے یہ کیسے فرض کر لیا کہ اس کی تفتیش کا کام تمہارے ہی پر د کیا جائے گا۔"

"اس لئے کہ عموماً یہاں کا یہی رواج ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"تو اس کا یہ مطلب ہے کہ یہاں تمہارے علاوہ اور سب گھے ہیں۔" پرنسنڈنٹ جھلا کر بولا۔

فریدی نے ایک تیز نظر پرنسنڈنٹ پر ڈالی اور دوسرا طرف دیکھنے لگا۔

"دوسرے اچارچ رج تمہارے استھنٹ کے خلاف یہ ہے کہ وہ شہر کی شریف لڑکیوں کو پریشان

کرتا ہے۔ ”

”جی....!“ فریدی نے چوک کر کھل۔

”آبھی ایک آدمی نے فون پر اس کی شکایت کی ہے۔“

”کون ہے وہ....!“ فریدی نے دچپی کا انہصار کرتے ہوئے کھل۔

”کیپٹن خاور....!“ پرندہ نٹ نے کہا وہ بہت غصے میں تھا۔ ”اس نے بتایا کہ حمید اس کی

مغیث... کیا نام ہے اس کا... میں نام بھول گیا۔“

”شہزاد....!“ فریدی مسکرا کر بولا۔

”ہاں ہاں تو جھیں اس کا علم ہے۔“ پرندہ نٹ نے تجز لجھے میں کھل۔

”جی ہاں....!“ فریدی نے کھل۔ ”لیکن آپ ذرا اپنے لجھے میں نزی پیدا کرنے کی کوشش

کیجئے.... وہ کچھ دن پہلے حمید کی بھی مغیث رہ چکی ہے۔“

”میں یہ سب نہیں جانتا۔“ پرندہ نٹ بگڑ کر بولا۔ ”لیکن میں اپنے مجھے کی بدھائی نہیں

برداشت کر سکتا۔“

”تو اس سلسلے آپ پھر کیا کریں گے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔

پرندہ نٹ جوا بھی حال میں یہاں آیا تھا فریدی کے اس انداز گنگوپر چسا گیا۔

”تم یہ بھی نہیں جانتے کہ آفسروں سے کس طرح بات کی جاتی ہے۔“

”میں اچھی طرح جانتا ہوں۔“ فریدی نے کہا اور انہوں کر کھڑا ہو گیا۔

”میں تمہاری رپورٹ کروں گا۔“

”بہتر ہے.... آپ کے اوپر والے مجھے آپ سے زیادہ جانتے ہیں۔“ فریدی نے کہا اور

کرے سے نکل آیا۔

فریدی اپنی میز پر آکر قائموں کی دلکھے بھال میں مشغول ہو گیا۔ چڑپے آفسر کی گنگو سے

اس کی طبیعت بدھڑہ ہو گئی تھی۔ وہ ان چیزوں کا عادی نہیں تھا۔

جس مجھے کا اپنکی جزل تک اس کی عزت کرتا ہوا اس کے پرندہ نٹ کی بھلا اس کی نظر وہ

میں کیا وقعت ہو سکتی تھی۔

لتیریا دو گھنے کے بعد ڈی۔ آئی۔ جی کا اردوی اس کی میز کے قریب آکر کھڑا ہو گیا۔

ڈی۔ آئی۔ جی نے اسے اپنے کرے میں طلب کیا تھا۔

اور ڈی۔ آئی۔ جی نے حسب سابق اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔

"مسٹر فریدی میرا خیال ہے کہ آج کل کچھ زیادہ مصروف نہیں ہو۔"

"آپ کا خیال درست ہے۔"

"بھی وہ دلکشا ہو گل والا کیس ہمارے پاس آگیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کی تفییش تم کرو

معاملہ بہت زیادہ الجھا ہوا ہے۔"

"جیسا آپ فرمائیں۔" فریدی نے کہا۔ "کیا آپ بر اور است مجھے یہ کس دے رہے ہیں۔"

"ہاں میں نے پر نشانہ نشانہ کے توسط سے دینا مناسب نہیں سمجھا۔"

فریدی مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

"دیکھو بھی.... پر نشانہ نشانہ بیہاں نوار دے ہے.... اور سوں پولیس سے اس مجھے میں آیا ہے۔

میرا مطلب یہ ہے کہ تم خود سمجھدار اور تجربہ کار ہو۔"

"مجھے کوئی شکایت نہیں....!" فریدی نے کہا۔

وفتر کی گھری نے چار بجائے اور فریدی گھر واپس آگیا۔ حمید اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"کہو بھی کیا خبر لائے۔" فریدی نے پوچھا۔

"کیپشن خاور خواہ خواہ اس کے گلے پڑ گیا۔" حمید نے کہا۔

"یعنی....!"

"کچھ دن قبل دونوں اتفاقی طور پر مل گئے تھے۔ جب سے خاور اس کے چیچے پڑ گیا ہے۔"

طرح طرح کے بہانے راش کر اس سے بچھا چھڑانا چاہتی ہے لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔"

"ہوں....؟" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "آئا تو کچھ اچھے نہیں۔"

اور پھر اس نے اپنی اور پر نشانہ نشانہ کی گفتگو کے متعلق حمید کو بتایا۔

حمدی جھرے سے ہستارا۔

"اس کا مطلب سمجھتے ہو۔" فریدی نے کہا۔

"نہیں.... میں کچھ نہیں سمجھ سکا۔"

"کیپشن خاور کا بھی وہی حشر ہونے والا ہے جو لاکی سے رو مال چینے والے مزدور کا ہوا۔"

”یہ کیوں...!“

”کوئی اسے یہ قوف بنا کر اپنا کام نکال رہا ہے۔“

”اوہ سمجھا۔“ حمید نے معنی خیز انداز میں سر ہلا کر کہا۔

”مگر تمہاری پوزیشن اس سے خطرے میں پڑ جائے گی۔“ فریدی نے کہا۔

”کیوں...؟“

”خاور نہیں پدنام کرتا چہر رہا ہے۔ اگر وہ مارا گیا تو لا حالت تمہارا نام ضرور لیا جائے گا۔“

فریدی نے کہا۔

”مگر شہزاد تو اس کی تردید کرے گی۔“ حمید نے جلدی سے کہا۔

”تو اگر اسے بھی عاب کر دیا گیا تو۔“ فریدی نے کہا۔ ”یہ مت سمجھو کر مجرم و محو کے میں ہیں۔“

”قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں ہماری مشغولیات کا علم ہو گیا ہے۔“

”یہ تو بہت نہ اہوں۔“ حمید نے کہا۔ ”ہم لوگ چوہے دان میں چھپن گئے۔“

”ہشت...!“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”میں ایسا نہیں سمجھتا۔“

حمدی نے کوئی جواب نہیں دیا وہ کسی گہری سوچ میں پڑ گیا تھا۔

”واقعی میری پوزیشن خطرے میں پڑ گئی ہے۔“ حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ ”کیوں نہ شہزاد

کو کہیں ہٹا دیا جائے۔“

”ناممکن...؟“ فریدی نے کہا۔ ”میں نے اپنا ایک خیال ظاہر کیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ

صحیح کہاں تک ہے۔ ہو سکتا ہے کہ میرا خیال غلط ہو...!“

”آپ کا خیال کبھی غلط نہیں ثابت ہوا کرتا۔“ حمید نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

”خیر چھوڑ داں باتوں کو... آج رات کو ہمیں سر بتحال کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا چاہئے۔“

”جو کہنے وہ کیا جائے۔“ حمید بولا۔

”سر بتحال کے گھر کی تلاشی لینا ضروری ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”لیکن اس نے گھر میں کوئی ایسی چیز چھوڑی ہی کیوں ہو گی۔“ حمید نے کہا۔

”مجھے اسی بد مال کی جگہ تو نہیں ہے۔“ فریدی بولا۔

”بھر...؟“

”کوئی ایسی چیز جس سے میں اُسے قانونی شکنے میں جکڑ سکوں۔“

”تو وہ ردمال کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے۔“

”ردمال....!“ فریدی نے کہا۔ ”عجیب آدمی ہو۔ کیا تم متفوٰل کار دمال پہچانتے ہو۔“

”نہیں....!“

”پھر....!“

”میں شدید حتم کے انتشار میں جتنا ہوں۔“

”کیوں....!“

”اُرے یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔“ حمید جلا کر بولا۔

”بگزو نہیں، برخوردار....!“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”ذہنی انتشار بالا وجہ ہے۔ میں تمہیں اتنا کمزور نہیں سمجھتا تھا۔“

”مجھے اپنی پرداہ نہیں.... مگر....!“

”شہزاد....!“ فریدی تحقیک آمیز انداز میں مسکرایا۔
حید خاموش ہو گیا۔

باہر اندر حیرا ہمیں گیا تھا.... یہ دونوں گفتگو میں اس درجہ مشغول تھے کہ انہیں کمرے میں روشنی کرنے کا بھی خیال نہ رہا۔ فریدی کرسی سے اٹھا۔ وہ سوچ بورڈ کو طرف بڑھ لی رہا تھا کہ دھنپاپری عمارت ایک عجیب قسم کی گونج سے گونج اٹھی.... اور پھر ایک جھنکا سامسوس ہوا اور درود پوار جھنجھنا شروع۔ فریدی نے جلدی نے کمرے میں روشنی کر دی او۔ ادھر اور ہر دیکھنے لگا۔

حید احتقنوں کی طرح اس کامنہ تک رہا تھا۔ برآمدے میں فوکر، اس کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ ایک پل کے لئے فریدی سنائے میں آگیا۔ لیکن جلد ہی اس کی حالت میں عجیب و غریب تغیر پیدا ہو گیا۔ وہ زخمی بھیڑیے کی طرح غرا کر تہہ خانے کی طرف چھپنا۔ حید اس کے پیچھے تھا۔ برآمدے میں سارے نوکر کھڑے ایک دوسرے کامنہ دیکھ رہے تھے۔ فریدی اور حید کو اس حال میں دیکھ کر ان کی حیرت اور بڑھ گئی۔ لیکن ان میں سے کوئی اس جگہ سے ہلا نہیں۔ حید اور فریدی تہہ خانے والے کمرے میں آئے۔ فریدی نے فرش پر چھپی ہوئی قائمین الٹ دی اور دوسرے یعنی لمحے میں چوکب کر پیچھے ہٹ گیا۔ تہہ خانے کے ڈھکن کی درزوں سے دھوئیں کی پتی

پتلی لکیریں اگ کر کرے کی فنا میں منتشر ہو رہی تھیں۔

فریدی نے حمید کو کرے سے نکل جانے کا اشارہ کیا اور تبہ خانے کا ڈھکن کھول کر خود بھی کرے سے باہر نکل آیا۔ پھر دھوئیں کا ایک امنڈٹا ہوا بادل دروازے کی طرف چھٹا۔ حمید اس کا مطلب سمجھ چکا تھا.... اُس نے اپنا پستول نکال کر اُس کی ہال دروازے کی طرف چھادا۔

”بے سود.... قطعی بے سود....!“ فریدی آہتہ سے بڑا بڑا۔ ”ہم دھوکا کھا گئے....!“ تھوڑی دیر کے بعد دھواں ختم ہو گیا.... فریدی اور حمید پھر کرے میں داخل ہوئے۔ کرے میں بارود کی بدبو چیلی ہوئی تھی۔

اور پھر وہ تبہ خانے میں آئے، جو بالکل خالی تھا.... میز پر ایک کاغذ پڑا ہوا تھا۔ اس پر عربی زبان میں کچھ تحریر تھا۔ فریدی اُسے پڑھنے لگا.... اور ایک بار پھر وہ کسی زخمی درندے کی طرح پیچ و تاب کھانے لگا۔

”اچھا.... اچھا.... دیکھا جائے گا.... فریدی لوٹا نہیں۔“ وہ آہتہ سے بولا۔ حمید جرت سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

”نکل گیا....!“ حمید نے کہا۔

فریدی کوئی جواب دینے کے بجائے لپک کر کرے کا فرش دیکھنے لگا۔

”اوہ....!“ اسکے منہ سے بے اختیار لکلا اور پھر وہ سیدھا کھڑا ہو کر حمید کی طرف دیکھنے لگا۔ ”مجھ سے بڑا حصہ آج تک نہ پیدا ہوا ہو گا۔“ فریدی نے کہا۔

حمید نے کوئی جواب نہ دیا وہ استفہامی نظروں سے فریدی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”اوہ چیزیں....!“ فریدی نے کہا۔

دونوں تبہ خانے سے چڑھے آئے۔

”اس کا گند پر کیا لکھا ہے۔“ حمید نے پوچھا۔

”فریدی پڑھ کرنے سے سمجھانے لگا....!“

”محترم سر اخ رسان!

تم خوب خود بچ میں آپکے... میں تو سر بتحال کو ایک شاندار سبق دینے چاہتا تھا۔

ہر وہ شخص جو اس رومال کا راز جانے کی کوشش کرے گا اس کا بھی حشر ہو گا۔ میں نے شخص اس لئے تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچایا کہ تم بھی سر بیتحال کے بیچے پڑے ہوئے ہو۔ اس رومال کو اپنے پاس رکھنے والے کی سزا موت ہے اور اس کا راز جانے کی کوشش کرنے والے کو بھی تھوڑی بہت سزا ضرور دی جاتی ہے۔ تمہارے لئے فی الحال بھی صدمہ کافی ہے کہ تم دھوکا کھا سکے۔ سر بیتحال کو اس سے زیادہ بھگتا پڑے گا.... دیکھ لودھواں بن کر تمہارے تہہ خانے سے جا رہا ہوں.... خیر تھوڑی سی ہشری اس رومال کی بھی ہن لو۔ علی فضیل نے ایک پرانے مقبرے سے وہ رومال کھو دکھا لایا۔ دو ہزار سال پرانے مقبرے سے.... فرعون سو تم کی بیٹی لامیا کے مقبرے سے.... فرعون کی وہ بیٹی جو سانپ پالتی تھی.... فرعون کی وہ بیٹی جو زہر میلے سانپوں کے منہ میں اپنی زبان ڈال دیتی تھی.... فرعون کی وہ بیٹی جس کا سارا جسم سانپ چاٹتے تھے.... اور جب علی فضیل نے اس کا رومال کھو دکھا تو ایک بہت بڑا اژدھا اس کے بیچے لگ گیا اور پھر ایک دن اس نے اسے اس طرح چھ کر بچینک دیا جیسے کوئی شریر پچ کسی منھی سی چڑیا کی ناگیں نوج ذاتا ہے.... رومال مصر قدیم کے بعض اہم رازوں سے تعلق رکھتا ہے اس لئے اس کے بیچے پڑنے والے کی سزا موت ہے.... خوفناک روٹیں اس کی محافظت ہیں۔"

فریدی خاموش ہو گیا۔ حمید سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"لغویت اور بکواس....!" فریدی خلاء میں گھورتا ہوا بڑی بڑی۔

"میں بھی ضعیف الاعقاد نہیں.... مگر...." حمید کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"تمہرے خانے سے دھواں بن کر نکل جانے والی کوئی بدروج تھی۔" فریدی نے طنزیہ انداز میں حمید کا جملہ پورا کر دیا۔

"پھر اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔" حمید نے کہا۔

"زوہ میں نقلی ڈالا ہیاں نہیں لگاتیں.... روٹیں کسی مزدور کو سوت پہننا کر اسے پستول کی گولی کا نشانہ نہیں بنتا۔"

"مگر.... مگر.... دھواں....!" حمید ہکایا۔

”ایک چھوٹا سا نام بہم جو اُس نے کہیں پچھا کھاتا۔“

”ہم لوگوں کی عدم موجودگی میں کسی طرح تہبہ خانے سے نکل گیا اور نام بہم ڈالا گیا... اور وقت معینہ پر بہم پہنچ گیا... چونکہ وہ ایک بند جگہ میں پھٹا تھا اس لئے دھماکے کے بجائے صرف ہلکی سی گونج اور گھر گراہبٹ سنائی دی۔ بہم زیادہ طاقتور نہیں تھا ورنہ کمرے کا فرش پیشہ جاتا۔“

”تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ سرپرحتاں کے علاوہ کوئی اور بھی اس روپ میں دپھی ہی نہیں لے رہا بلکہ حقیقتاً اس روپ میں قابض بھی ہے۔“ حمید نے کہا۔
”یہ ایک نیا معنہ پیدا ہو گیا۔“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”لیکن سرپرحتاں کی پوزیشن میرے ذہن میں صاف نہیں۔“

”میرا خیال ہے کہ اُس نے اسی مقصد کے تحت اس آدمی کو ٹیکی کے حوالے کیا تھا۔ اُس سے وہ روپاں زبردستی حاصل کر لے۔“ حمید بولا۔

”یہ تو ظاہری بات ہے۔“ فریدی بولا۔ ”لیکن میں اس سے مطمئن نہیں۔“

”اس لئے کہ تمہارے بیان کے مطابق اس رات کو سرپرحتاں نے کسی کارروالی عائب نہیں کیا تھا جس رات وہ روپاں حینہ سے چھینا گیا۔“

حمدید کچھ سوچنے لگا۔ دھننا اس کی آنکھیں چڑک انھیں۔

”یا یہ ممکن نہیں۔ وہ ہر دوسرے سرپرحتاں کا آدمی رہا ہو جو روپاں چھین کر بھاگا تھا اور پھر اسے کسی دوسرے آدمی نے ہلاک کر کے روپاں اس سے حاصل کر لیا ہو.... اس طرح سرپرحتاں اپنی کوششوں کے باوجود بھی محروم رہ گیا ہو۔“

”یہ بھی ہو سکتا ہے۔“ فریدی نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔ پھر چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔
”لیکن تمہیں یہ بھی مانتا پڑے گا کہ سرپرحتاں ہم لوگوں سے بے خبر نہیں تھا۔“

”کیوں.....؟“

”اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ اتنے موٹے ڈکار کو دوسروں پر چھوڑ کر خود وہاں سے چلانے جاتا۔“
فریدی نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔ دھننا اس کی آنکھوں میں دبے ہوئے جوش کی جھلکیاں نظر آنے لگیں اور وہ اٹھ کر کھڑا ہوا۔

”لیکن غہرہ!“ اس نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”ٹیکی اس وقت وہاں کیا کر رہا تھا... تو

موت کی آندھی

اس کا مطلب یہ کہ وہ ایک سوچی سمجھی ہوئی اسکیم تھی.... وہ.... حمید.... ہم لوگ بالکل گدھے ہیں.... پر لے سرے کے احص.... لیکن اتنا یاد رکھو کہ کیپن خاور چند گھنٹوں کا مہمان ہے۔

”معلوم نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں۔“ حمید اکتا کر بولا۔ ”سرپتحال سے آپ کیپن خاور پر آگئے۔“

”مہبود....“ فریدی نے ٹیلی فون کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ ”اس نے ریسیور اٹھا کر ڈائل گھماتے ہوئے کہا۔ ”اکتوبری.... مصری سفارت خانہ.... شرف العزیز.... نہیں ہیں.... ان کے بنگلہ کا فون نمبر کیا ہے۔“

”وہ.... اچھا شکریہ۔“ فریدی نے ڈس کنکٹ کر کے دوبارہ نمبر ملائے ”یلو.... کیا شرف العزیز ہیں.... میں اسکرٹ فریدی بول رہا ہوں.... و علیکم السلام.... میں تھوڑی سی تکلیف دینا چاہتا ہوں.... اس دوران میں کسی نے مصر جانے کے لئے ویزا کی درخواست تو نہیں دی.... ہوں.... اور کوئی ذرا مہبود.... میں نوٹ کروں گا.... کیا نام بتایا تھا.... ہاں.... اچھا اچھا.... اور.... اور.... بہت خوب.... اچھا شکریہ.... کل ہم لوگ دلکشا میں چائے بھی بجیں گے اور کھانا بھی کھائیں گے۔ بہت دنوں سے تم سے ملاقات نہیں ہوئی.... میڈ موز نکل شیافیر وزان کو بھی میری طرف سے کہہ دینا.... اچھا.... والسلام....!“

فریدی ریسیور رکھ کر مڑا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

”اور ساتھ نے“ وہ حمید سے بولا۔ ”سرپتحال مصر جا رہا ہے۔ اس نے مصری سفارت خانے میں ویزا کے لئے درخواست دی ہے۔“

”دی ہو گی۔“ حمید جلا کر بولا۔ ”مجھے تو کیپن خاور کی ہوندوں موت کا غم کھائے جا رہا ہے۔“

”کیوں....؟“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ”اپنے رقب سے اتنی محبت کرتے ہو۔“

”محبت نہیں بلکہ خواہ خواہ کی پھانسی سے ڈرتا ہوں۔“ حمید نے اکتا کر کہا۔ ”کس جنگ میں پھنس گیا۔“

”ذرو، نہیں پیدا رے تم خواہ خواہ کیوں مرے جا رہے ہو.... یہ سب مجھ پر چھوڑ کر اپنے کام میں لگ جاؤ۔“

”کام....!اب کیا کام ہے؟“

"شہزاد کو کہیں عائب کر دو۔" فریدی نے کہا۔

"عائب کہاں کر دوں... میں لا کر تھے خانے میں۔"

"جی نہیں۔" فریدی نے کہا۔ "تھے خانے کا راز افشاء ہو چکا ہے۔"

"پھر....!"

حید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دفعہ اٹلی فون کی تھی بھی۔ فریدی نے رسیور اخالیا۔

"بیلو... فریدی بول رہا ہے... اور آپ... جی... کیا... ہاں ہاں... حید یہاں اس وقت میرے پاس موجود ہے... اور... تو میرا خیال صحیح لکلا... خیر خیر یہ ثابت کرنا تو میرا کام ہے... آپ مطمئن رہیں... اس کی یا میری ملازمت پر ذرہ برابر بھی آجھ نہیں آسکتی... خیر خیر...!"

فریدی رسیور رکھ کر مڑا۔ وہ قدرے محفکر نظر آرہا تھا۔

"کون تھا...؟" حید نے پوچھا۔

"ہمارے سر نندھٹ صاحب۔" فریدی نے تلخ لمحے میں کہا۔ "شہزاد عائب ہو گئی ہے اس کے خالہ زاد بھائی کیپشن خاور نے مخلوق لوگوں میں تمہارا اور میرا نام بھی لکھا دیا ہے۔"

"مگر وہ تو کہتی تھی کہ وہ اس کا کوئی بھی نہیں ہے۔" فریدی نے کہا۔

"پولیس کو اس سے کیا غرض اس نے پولیس کو تو اس قسم کا کوئی بیان نہیں دیا۔"

"یہ تو بہت بُرا ہوا...!" حید۔

"بہت بُرا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اتا بُرا کہ شائد اب جلد ہی جنمیں کیپشن خاور کی بھی جنمیں و تھیں کا انتظام کرنا پڑے گا۔"

ایک لٹیرا

"جنم میں گیا خاور۔" حید بے چینی سے بولا۔ "شہزاد کے لئے کیا کیا جائے۔"

"مگر اور نہیں۔" فریدی نے کہا۔ "سب تھیک ہو جائے گا... سر بتحال کو مسر جانے کے لئے اس وقت تک وہ انہیں مل سکا جب تک میں نہ چاہوں۔"

”تو کیا یہ سر بھال ہی کی حرکت ہے۔“

”میں بھی سمجھتا ہوں۔“

”لیکن وہ تمہے خانے والا۔“

”فی الحال اُسے بھول جاؤ۔“

”لیکن آخر سر بھال ہمیں کیوں پھنسانا چاہتا ہے۔“ حمید نے آتا کر پوچھا۔

فریدی کچھ سوچنے لگا۔

”لیکن آخر یہ پر نشست کا پٹھا ہم لوگوں کے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے۔“ حمید نے کہا۔

”خیر.... اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”خیر دیکھا جائے گا۔“

”آئندھ رہے جیں.... چلو کھانا کھائیں۔“

کھانے کے دوران میں حمید خاموش رہا.... فریدی بھی کچھ نہیں بولا۔

”تم اتنے خاموش خاموش کیوں ہو۔“ فریدی کھانا کھاچکنے کے بعد بولا۔

”بھی شہزاد کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو.... ابھی کل ہی کی بات ہے کہ تم نے عشق سے توبہ کی تھی۔“

حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔

”اور یہ تو بڑا چھا ہوا.... اب تم بھی کچھ ہاتھ پر سیدھے کر سکو گے.... ایک بار تم شہزاد کے لئے سر دھڑکی بازی لگا چکے ہو۔ اس بار پھر سکی۔“

”مجھے اسکا افسوس ہے کہ میری بدولت اُسے مصیبت جھیلنی پڑے گی۔“ حمید بے بسی سے بولا۔

”اُرے عشق میں چنے کے لو ہے اُرے.... لاحول.... لو ہے کے چنے چنانے پڑتے ہیں.... اگر وہ تمہارے لئے اتنی سی مصیبت جھیل ہی لے جائے گی تو کیا ہو جائے گا۔“

”آپ خواہ تجوہ میرا مذاق اذار ہے ہیں۔“ حمید نہ امان کر بولا۔ ”آپ پر کبھی گذری ہوتی تو معلوم ہوتا۔“

”اُف.... کیا بات کہہ دی ہے تم نے۔“ فریدی سینے پر ہاتھ مار کر بولا۔ ”اس دل پر تو اسی گذری ہے کہ خداد شمن کو ضرور نصیب کرے۔“

حمید احتجا جا انٹھ کر دہاں سے جانے لگا۔

"ٹھہر و....!" فریدی سخت لبجے میں بولا۔ "تم بعض اوقات اتنے احتق کوں ہو جاتے ہو.... میں نے شہزاد کا انعام پہلے ہی کر لیا ہے۔" حیدر کر کر فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

"میں نے کچھ آدمیوں کو اُس کے مکان کی گھر انی کے لئے مقرر کر دیا تھا۔ آج دفتر میں پر نشذت سے گفتگو کرنے کے بعد ہی میں نے یہ اقدام کیا تھا۔ وہ جہاں بھی لی جائی گئی ہو گئی مجھے اس کی اطلاع مل جائے گی۔"

"اگر اسے بھی ختم کر دیا گیا تو....!" حیدر نے کہا۔

"تو پھر میں تم دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کر دوں گا۔" فریدی نے بیزاری سے کہا اور انھوں کر کرے میں ٹھیٹے گا۔

حیدر خاموشی سے ایک طرف کری پر ڈینگ گیا۔

"جاوہ نا جا کر کیپٹن خاور کے گریان میں ہاتھ ڈال دو....!" فریدی اس کی طرف مرکر ہاخٹکوار لبجے میں بولا۔

"آپ تو خواہ مخواہ دار ارض ہو جاتے ہیں۔"

فریدی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک نوکر کرے میں داخل ہوا۔

"ایک بر قدر پوش عورت آپ سے ملتا چاہتی ہے۔" اس نے کہا۔

"بر قدر پوش عورت....!" فریدی چوک کر بولا۔ "اچھا ہے ذرا انگ روم میں بخواہ۔" نوکر چلا گیا۔

"یہ بر قدر پوش عورت کون ہے۔" فریدی آہستہ سے بڑا بڑا۔

اس نے حیدر کو ساتھ آنے کے لئے اشارہ کیا اور ذرا انگ روم کی طرف رو انہ ہو گیا۔

ایک عورت جس نے خود کو سر سے چیر تک سیاہ بر قنے میں چھپا رکھا تھا۔ ذرا انگ روم کے دروازے بند کر ری تھی۔ فریدی اور حیدر اس کی اس حرکت پر تمحیر ہوئے بغیر نہ رہ سکے انہوں نے اتنی لمبی ترکی عورت آج تک نہ دیکھی تھی اور پھر آخر ذرا انگ روم کے دروازے بند کرنے کا کیا مطلب تھا۔

فریدی کا ہاتھ بے اختیار اپنی کوٹ کی اس جیب میں چلا گیا جس میں پستول تھا.... عورت

نے بلا آخ دروازہ بھی بند کر دیا جس سے وہ لوگ کمرے میں داخل ہوئے تھے.... اور پھر اس نے
نقاب الٹ دی۔

"اوہ" فریدی کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ "کون جبار خان۔"

"تھی ہاں....!" اس نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب....!" فریدی نے کڑے لبجھ میں پوچھا۔

"میں جانتا ہوں کہ جبل کی نگہ و ناریک کو نظری میرا منتظر کر رہی ہے.... لیکن وہ موت
سے بہتر ہے۔ میں اسی لئے آپ کے پاس آیا ہوں.... میں مرنا نہیں چاہتا۔"

"آخر بات کیا ہے۔" فریدی نے بیٹھتے ہوئے زم لبجھ میں پوچھا۔

"صرف آپ یہ مجھے اس مصیبت سے نجات دلاتے ہیں۔"

"کچھ کہو بھی....!" حمید آتا کر بولا۔

"حیثیت کے قتل کا بھی کچھ تھوڑا بہت ذمہ دار ہوں۔"

"کون حیثیت....!" فریدی نے لاپرواٹی سے پوچھا۔

"وی جو دلکشا ہوئی میں قتل کر دی گئی تھی؟"

"اچھا..... ہوں تو کیا تم اقبال جنم کر کے خود کو قانون کے حوالے کرنے آئے ہو.... بہتر
یہ ہو گا کہ تم کو تو ولی جا کر اپنا بیان دے دو.... بھلا میرے پاس آنے سے کیا کامدی۔"

"اس طرح تو آپ یہ مجھے موت یہ کے منہ میں دھکیل رہے ہیں۔" جبار خان نے گمرا
کر کہا۔

"تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں ایک ایسے آدمی کو اپنے یہاں سے سمجھ و سلامت نکل جانے دوں
گا جسے پولیس چار سال سے ٹلاش کر رہی ہو۔" فریدی نے کہا۔

"آپ میرا مطلب نہیں سمجھے۔" جبار خان نے کہا۔ "میں تو چاہتا ہوں کہ حرast میں لے
لیا جاؤں کیونکہ اسی طرح میری جان نکل سکتی ہے۔"

"ایسی لئے تو کہتا ہوں کہ کو تو والی ٹپے چاؤ۔"

"تھوڑا اگر راستے ہی میں کسی نے مجھے نہ کھلانے لگا ہیا تو.... ذر را ذر تا تو میں یہاں تک آیا
ہوں۔" جبار خان نے کہا۔ فریدی اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔

"تم اب تک کھا رہے۔" فریدی نے پوچھا۔
 "اسی شہر میں۔" جبار خان بولا۔ "نام تبدیل کر کے تیم خانے میں ملازمت کر لی تھی۔"
 "لیکن ایسا کیا تم پولیس کو اپنے متعلق بتانا چاہتے ہو۔"
 "بھی بتانے کے لئے آپ کے پاس آیا ہوں۔"
 "تو بتاؤنا...!" فریدی جماہی لیتا ہوا لاپرواپی سے بولا۔
 "کئی دن ہوئے مجھے ایک لفافہ بذریعہ ڈاک ملا جس میں سور و پے کا ایک نوٹ تھا۔"
 "بڑے خوش قسم ہوتا...!" فریدی اُس کی بات کاٹ کر بولا۔
 "جی نہیں اسی نوٹ سے میری بد قسمی شروع ہوئی۔" جبار خان بولا۔
 "پلوٹیکی سکی.... آگے کہو۔" فریدی اکتاہٹ کا اظہار کرتے ہوئے بولا۔
 "اسی نوٹ کے ساتھ ایک خط بھی تھا جس میں کسی نے مجھے بارہ بجے رات کو ایک ستان
 سڑک پر جانے کے لئے لکھا تھا۔ اُس میں یہ بھی تھا کہ مجھ سے جو کام لیا جانے والا ہے اس کے
 عویض مجھے تم ہزار روپے ملیں گے جس میں سے ڈیڑھ ہزار تو اسی وقت مل جائیں گے۔ جب
 میں شر انظامیان جاؤں گا اور ڈیڑھ ہزار کام ہو جانے پر...!"
 "کیا وہ خط تمہارے اصلی نام سے آیا تھا۔"
 "جی نہیں.... لفافہ پر وہی نام درج تھا جو میں نے بعد میں اختیار کیا تھا... سعید احمد۔"
 "ہوں....!"
 "پہلے تو میں سمجھا کہ شاید پولیس کو میرے متعلق معلوم ہو گیا ہے.... لیکن پھر سوچا کہ اگر
 پولیس کو معلوم ہو گیا ہوتا تو وہ اتنی دردسری کیوں مول لیتی... سور و پے کا خون کرتی۔"
 "داستان کو مختصر کرو...! میں بہت مشغول آدمی ہوں۔" فریدی نے کہا۔
 "بہر حال میں کافی سوچ و بچار کے بعد سر کلر روڈ پر بارہ بجے رات کو پہنچ گیا۔ مجھے
 کنوئیں کے پاس والے پیپل کے درخت کے نیچے آنے کو لکھا گیا تھا... چاروں طرف تاریکی
 پھیلی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایک کار آکر وہاں رکی اور کسی نے میرا اصلی نام لے کر پکارا۔ میں
 دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ موڑ کے قریب پہنچا... کار میں اندر چراحتا۔ میں اس کی صورت نہ
 دیکھ سکا۔ اور شاید اب اس کی آواز نہ پہچان سکوں.... کیونکہ وہ اپنی آواز کو دبا کر باقیں کر رہا

تحا۔ اُس نے مجھے ایک ایسے آدمی کو قتل کر دینے کے لئے خلاش کرنے کو کہا جسے آسانی سے پچھانا نہ جاسکے.... آپ جانتے ہوں گے کہ میں نے آج تک قتل وغیرہ کے معاملے میں ہاتھ نہیں لگایا لیکن ان دونوں روپیوں سے تکف تھا۔ سوچا مجھے تو قتل کرنا نہیں ہے۔ لہذا میں اس پر راضی ہو گیا۔۔۔ اور معاملہ بھی عجیب دلچسپ تھا۔ وہ محض ایک روپال کی خاطر قتل کی جاری تھی۔ موڑ والے نے مجھے بتایا کہ حسین سے روپال لینے کے بعد اُسے قتل کر دیا جائے گا۔ میں راضی ہو گیا۔ مجھے ذیزدھ ہزار روپے اُسی وقت مل گئے اور ایک کاغذ بھی ملا جس پر اُس قتل کے متعلق ساری احتیاطی تدبیریں درج تھیں۔۔۔ وہ کاغذ اس وقت بھی میرے پاس موجود ہے۔۔۔ ہاں تو میں نے اُس سے دوسرے دن ملنے کا وعدہ کیا۔۔۔ لیکن وہ یہ سارا کام دوسری ہی رات کو کر ڈالنا چاہتا تھا۔۔۔ اُس نے مجھ سے کہا کہ جو اُسے قتل کر کے روپال لے آئے گا اس کے لئے ایک ہزار روپے الگ سے دینے جائیں گے۔۔۔ میں نے دوسری ہی رات کو یہ کام سرانجام دے ڈالنے کا وعدہ کیا۔۔۔ میرے ذہن میں ایک آدمی تھا۔۔۔ وہی جو اسی رات کو دلکشا ہوٹل کے باہر قتل کر دیا گیا۔ میں نے اُسے تیار کیا۔ وہ ایک معمولی مزدور تھا۔۔۔ میں نے موڑ والے کی اسکم کے تحت اُسے نیس قسم کا سوت پہننا کر دلکشا ہوٹل میں بھیج دیا۔۔۔ اور پھر جب وہ ہوٹل سے باہر نکلا تو کسی نے اس کو قتل کر دیا۔۔۔

جبار خان خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

”لیا تم اس وقت وہیں موجود تھے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”نہیں۔۔۔ میں آگے بڑھ کر ایک چائے خانے میں بیٹھ گیا تھا۔ میں نے اُسے سمجھا دیا تھا کہ وہ اُس روپال کو لے کر سیدھا ہیں آئے۔۔۔ لیکن کسی نے اُسے۔۔۔!“

”تمہیں بقیہ روپے تو مل گئے ہوں گے۔“

”آج بارہ بیکھ رات کو ملیں گے۔“ جبار خان نے کہا۔ ”مجھے آج پھر ایک خط ملا ہے جس میں لکھا ہے کہ میں آج بارہ بیکھ رات کو اُسی پہنچ کے درخت کے پیچے پہنچ جاؤں۔“

”وہ خط اور وہ کاغذ جس پر قتل کی اسکم لکھی ہوئی ہے مجھے دو۔“ فریدی نے کہا۔

جبار خان نے کاغذات جیب سے نکال کر فریدی کو دے دیئے۔ فریدی انکا بغور مطالعہ کرتا رہا۔

”تو پھر تم یہاں کیوں دوڑے آئے۔“ فریدی نے اُس سے پوچھا۔

"میں جاتا ہوں کہ اگر میں وہاں گیا تو صحیح تک میری لاش سردی سے اکٹھا جائے گی۔" جبار خان نے کہا۔

"کیوں....؟" فریدی نے اُسے تیز نظر دی سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"اس لئے کہ وہ شخص انہا کی رازداری سے کام لے رہا ہے.... اُس نے اُس حزدور کو کیوں قتل کر دیا؟ ردمال حاصل کر لینے کے بعد اُسے ایسا نہ کرنا چاہئے تھا.... میں بھی اسی بساط کا ہی ایک ہمہ ہوں ہے مبہہ سے بچتے کے لئے پڑاوایا جائے۔ میں اچھی طرح جاتا ہوں کہ اگر میں روپے کے لاچ میں وہاں دوڑا گیا تو میرا بھی وہی حشر ہو گا جو اُس حزدور کا ہوا۔ اب صرف آپ ہی میری جان بچا سکتے ہیں۔"

"ہوں....!" فریدی کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ "تم یہ کس طرح کہتے ہو کہ تمہارا بھی وہی حشر ہو گا۔"

"میرا دل کہہ رہا ہے۔" جبار بولا۔ "یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ ہم جرام پیشہ لوگ چھٹی سس بھی رکھتے ہیں۔ میں سوچتا ہوں کہ جو لوگ شارع عام پر کسی کو گولی مار سکتے ہیں کیا وہ خود ہی حسینہ کو قتل کر کے وہ ردمال نہیں حاصل کر سکتے تھے۔ انہوں نے کسی مجبوری ہی کی بنا پر مجھے اس معاملے میں شریک کیا اور پھر شخص رازداری کے خیال سے اس حزدور کو قتل کر دیا۔ تو پھر اب وہ مجھے کیوں زندہ رہنے دیں گے.... مجھے منطق نہیں آتی ورنہ میں اس سے بھی زیادہ زور دار دلاکل پیش کرتا دیے میرا دل کہہ رہا ہے کہ میرا بھی وہی حشر ہونگا الا ہے، جو اُس حزدور کا ہو۔"

جبار خاموش ہو کر رحم طلب نگاہوں سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

"وہ شخص جو تم سے سر کلروڈ پر ملا تھا کوئی انگریز تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"انگریز تو کسی طرح نہیں ہو سکا.... کیونکہ وہ اردو میں گفتگو کر رہا تھا۔" جبار نے کہا۔

"بیترے انگریز اچھی خاصی اردو بولتے ہی ہیں۔" فریدی بولا۔

"لیکن الجھ۔" جبار مضطربانہ انداز میں بولا۔ "میں نے آج تک کوئی انگریز نہیں دیکھا جس کا لجہ ہندوستانی ہو۔"

"اوہ....!" فریدی کسی سوچ میں پڑ گیا۔

"میں نے انہا میں پڑھا تھا کہ آپ بھی کیس میں دچپی لے رہے ہیں۔" جبار نے کہا۔

”کون سا کیس...!“

”وہی حسینہ والا...!“

”میں اتفاقاً وہاں پہنچ گیا تھا... اور یہ ردمال والا معاملہ تو کسی طرح میرے طبق سے نہیں اترتا... بھلار و مال... لا حول ولا قوہ کسی حق کو بھی اس پر یقین نہیں آسکتا۔“

”میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ مجھے بھی بتایا گیا تھا۔ اس کاغذ میں بھی وہی تحریر ہے... اب اس کی تہہ میں کیا راز ہے یہ میں نہیں جانتا۔“

”تو اب تم کیا چاہے ہو۔“ فریدی نے کہا۔

”کتنی بار کہوں۔“ جبار جلا کر بولا۔

”تم نے ایک بار بھی نہیں کہا۔“ فریدی نے لاپرواٹی سے کہا۔

”میں نے یہاں آکر سخت غلطی کی۔“ جبار آہستہ سے بولا۔ اس کی آنکھوں سے بے اعتباری مترجم ہو رہی تھی۔ ”میں تو سمجھا تھا کہ میری اس اطلاع پر آپ اچھل چل پڑیں گے۔“

”مگر تمہاری اطلاع میں کوئی ایسی بات نہیں جسے سن کر اچھلتا پڑے۔“ فریدی نے کہا۔

”تو میں ناامید ہو جاؤں۔“

”میں یہ بھی نہیں کہتا۔“

”پھر آخر آپ کہتے کیا ہیں۔“

”پولیس کو فون کر کے جھمیں احتیاط سے جیل بھجوادوں۔“

”تو کیا وہ مجھے جیل میں زندہ رہنے دیں گے۔“

”زندہ تو تم کہیں بھی نہیں رہ سکتے... تمہارا مرنا اتنا یقینی ہے جتنا کہ اس آدمی کا جو تمہیں سر کلر روڈ پر ملا تھا۔“

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“

”مطلب سمجھ کر تم کیا کرو گے۔“ فریدی نے کہا۔ ”خیر تم نہیں خبرو، مگر اس طرح نہیں تمہیں یہاں پولیس والوں کی مگر انی میں رہنا پڑے گا۔“

”مجھے منکور ہے۔“ جبار نے کہا۔

فریدی نے ریسیور رکھ کر انکنٹر جکڈ لیش کو فون کیا۔ تھوڑی دیر بعد جکڈ لیش دو مسلک سپاہیوں

کے ساتھ فریدی کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔

جبار خان کو دیکھ کر وہ چونکہ پڑا۔

”ہاں یہ جبار خان ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”خود کو پولیس کے حوالے کرنے آیا ہے۔“

”اوہ....!“ جکد لیش نے کہا اور جبار کو گھومنے لگا۔

”یکن یہ نہیں بتانا چاہتا کہ اُس نے ایسا کیوں کیا ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”میں انگلوالوں گا۔“ جکد لیش نے کڑے لبھ میں کہا۔

”جی نہیں.... دارونہ جی صاحب.... اس کی ضرورت نہیں۔“ فریدی طنزیہ لبھ میں بولا۔ ”آپ اس کے لئے مجبور نہ کیجئے گا۔“

”اوہ....!“ جکد لیش معنی خیز نظروں سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

”آپ اُس وقت تک یہاں نہ ہو کر اس کی ٹکرانی کریں گے جب تک کہ میں واپس نہ آ جاؤں۔“ فریدی نے کہا۔

”حوالات میں کیوں نہ رکھا جائے۔“ جکد لیش نے کہا۔

”بھی میں جو کہہ رہا ہوں وہ کرو....؟“ فریدی جھنجلا کر بولا۔

”بہت اچھا.... بہت اچھا۔“ جکد لیش نے جلدی سے کہا۔

”اپنے ان دونوں سپاہیوں کو بھی کمرے سے باہر نہ جانے دینا۔“

”اچھا.... لیکن....!“

”یکن کیا....!“ فریدی اسے آنکھ مار کر بولا۔ ”میں آج رات بھر جبار خان کو اپنا ہی مہمان

رکھنا چاہتا ہوں۔“

”اوہ....!“

”باہر کسی کو اس کی اطلاع نہ ہونے پائے۔“ فریدی نے سپاہیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”تم میری طرف سے انعام کے مستحق ہو گے۔“

”نہیں سرکار بھلا ایسی بات ہو سکتی ہے۔“ ایک سپاہی بولا۔

”نہیں ذرا انگر روم میں چھوڑ کر فریدی اور حمید باہر چلے آئے۔“

”اپنا یہ سوت پہن لو۔“ فریدی نے حمید سے کہا۔

”کیوں....؟“

”ابھی بتاتا ہوں۔“ فریدی نے کہا اور اپنے سونے کے کمرے میں چلا گیا۔
تحوڑی دیر بعد وہ سیاہ سوت میں ملبوس کمرے سے نکلا۔... حمید نے بھی اُس کی ہدایت کے
مطابق سیاہ سوت پہن لیا تھا۔ فریدی اپنے جیب میں پڑے ہوئے پستول کو نٹول ہوا بولا۔ ”ریو الور
بھی لیتے چلو۔“

کار میں لاش

رات تاریک اور انتہائی سرد تھی۔ ستارے اس طرح کپکپا رہتے تھے جیسے وہ برف کے طوفان
میں پھنس کر آخری جدو ججد کر رہے ہوں۔ چاروں طرف ایک لامتناہی سناٹا چھالیا ہوا تھا۔... کبھی
کبھی جھیگڑوں کی ”جمائیں جمائیں“ اچانک رک جاتی اور ایسا معلوم ہونے لگتا جیسے سانے کا تسلی
نوٹ گیا ہو۔

سر کلر روڈ پر جو شہر میں روشنی کی یو چھاؤں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ شہر کے باہر کے دیران
جھومنیں آکر تاریکی کی آغوش میں سو گئی تھی اور اس وقت قدموں کی آہنیں بھی اُس کے سینے
میں دھرنیں نہیں پیدا کر رہی تھیں اس کے دونوں کناروں پر بڑے بڑے درخت اور کہیں کہیں
گھنی جھائیاں تھیں۔ وفتحا اس کے سیاہ سینے پر روشنی کی لمبی لمبی لکیریں نظر آنے لگیں اور دور کسی
کار کی ہیئت لا نہیں دکھائی دیں۔ کار تیزی سے آرہی تھی۔... چیل کے پرانے درخت کے قریب
آکر اُس کی رفتار کم ہو گئی اور پھر کچھ دور چلنے کے بعد رک سی گئی لیکن مشین نہیں روکی گئی۔ انہیں
کی ہلکی ہلکی آواز فضائیں منتشر ہو رہی تھی۔ ہیئت لا نہیں بجھادی گئی۔... کسی نے کھڑکی سے سر
نکال کر چیل کے درخت کی طرف دیکھا۔... وہاں ایک تاریک سایہ متحرک نظر آ رہا تھا۔

”جباد خان“ کار والے نے آہستہ سے آواز دی۔ ”قریب آؤ۔...!“ یہ آہستہ آہستہ کار کی
طرف بڑھنے لگا۔ ساتھ ہی کار والے کا ہاتھ جیب میں گیا۔ اُس نے پستول نکال کر اس کی ہال کار
کی کھڑکی پر رکھ دی۔ لیکن کار کی طرف بڑھنے والا سایہ شاند اس سے بے بے خبر تھا۔ وہ کار سے ڈیڑھ
فٹ کے قابلے پر کھڑا ہو گا۔... کار والے نے پستول مضبوطی سے کپڑا لیا۔... لیکن دوسرا نہیں

لمحے میں کار کی دوسری کھڑکی سے ایک ہاتھ ان کی گردن کی طرف بڑھا۔ کار والے کو اس کی خبر لکھنے آئی۔

”خبردار...!“ بیچھے سے آواز آئی۔ ”اپنا پستول سڑک پر گراوو۔“

کار والے کی گردن میں خندتے لوہے کا تھام سادا ترہ چینتے لگا۔....

”پستول سڑک پر گراوو...!“ بیچھے سے پھر آواز آئی۔ ”اگر تم نے ذرہ برابر بھی جنبش کی تو کھو پڑی اڑ جائے گی۔“

کار والے کا پستول سڑک پر آگ رہا۔ اس کے سامنے کھڑا ہوا آدمی خاموش کھڑا تھا۔

”کیپٹن خاور بیچھے اڑ آؤ۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔

”تم کون ہو۔“ کار والے نے خوفزدہ لبجھ میں پوچھا۔

”اپنے فریدی۔“ سامنے کھڑے ہوئے آدمی نے کہا۔

”شہناز کہاں ہے۔“ بیچھے سے سرجنت حمید نے پوچھا۔ اس کے پستول کی ہال کار والے کی گردن میں چبی چارہ تھی۔

”میں نہیں جانتا۔“ کار والے نے کہا۔

”بیچھے اڑ آؤ۔“ آخر فریدی نے کہا اور کار کا دروازہ کھول دیا۔

کار کے انجن کی آواز سنائے میں گونج رہی تھی۔ کار والے نے ایک جھپٹا سیدان پر رکھ دیا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے ہو بیچھے اڑ رہا ہو۔ لیکن اندر ہیرے میں فریدی یہ نہ دیکھ سکا کہ کار والے کا ہاتھ گیز پر ریگ رہا ہے۔ دھنعتا فریدی کو اپنی بنیادی علطی کا احساس ہوں اس نے ہاتھ بڑھا کر مشین بند کرنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ کار ایک جھنکے کے ساتھ چل پڑی۔.... سرجنت حمید دوسری طرف سڑک کے کنارے لٹھک گیا۔.... اور فریدی کھڑا ہاتھ مٹا رہ گیا۔ حمید نے پے در پے قاتر کرنے شروع کر دیئے۔ لیکن کار گولیوں کی دسترس سے دور جا پہلی تھی۔

”کیوں فضول کا توس خراب کر رہے ہو۔“ فریدی جھلا کر بولا۔ ”تم سے بھی اتنا ہو سکا کہ ہاتھ بڑھا کر انجن بند کر دیتے۔“

”میں... کیا... میں کیا...!“ حمید ہاضما ہوا بولا۔

”ہاں تم کیا کر سکتے تھے۔“ فریدی طنزیہ انداز میں بولا۔ ”کیپٹن خاور کا نام سنتے ہی شہناز کی قتل

تو پڑھنی تھی۔"

"شام کے میرے سر میں چوت آگئی ہے۔" "جمید جھینپ کر بولا۔

فریدی نے جک کر سڑک پر سے کیپشن خاور کا پستول اٹھایا۔

دونوں ایک طرف چلنے لگے۔

"میا آپ ناراض ہو گئے۔" "جمید تھوڑی دیر بعد بولا۔" "مجھے خود اس کا خیال رکھنا چاہئے تھا۔"

"خیر کوئی پرواہ نہیں.... اب یہ لوگ سچ نہیں سکتے۔"

ایک کار تیزی سے آن کے قریب سے گذر گئی۔

"ہمیں کار پر آتا چاہئے تھا۔" "جمید نے کہا۔

"مگر اس کار پر کون تھا۔" فریدی نے کہا۔ "اس نے ہیئت لا نہیں بھی نہیں جلائی تھیں۔"

"ہو گا کوئی یہ کیا یہاں دیرانے میں چالان کا ذر ہے۔" "جمید بولا۔"

فریدی کسی سوچ میں پڑ گیا۔

"لیکن تم کوئی نہایت نیس قسم کی کار۔" فریدی نے کہا۔ "ذرہ برابر بھی آواز نہیں معلوم ہوئی۔"

وہ پھر کچھ سوچنے لگا۔

"جمید....!" وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔ "کہیں اس کار پر اس گروہ کا سراغنہ رہا ہو.... کون جانے کہ وہ کیپشن خاور کو ختم کر دینے کے لئے اُدھر آیا ہو۔"

"لیا مطلب....!"

"کیپشن خاور جبار کو قتل کرتا اور وہ کیپشن خاور کو....!"

"وو....!"

"بہر حال اس معاملے میں بھی خاصی چوت رہی۔" فریدی نے کہا۔ "جا بر سے کے بعد یہ دوسری ہستی ملی ہے جس سے مقابلہ کرنے میں دانتوں پیمنہ آ رہا ہے۔"

"میرے دانتوں میں تو درد ہو گیا ہے۔" "جمید فس کر بولا۔"

"خیر خیر جلدی چلو۔" فریدی نے کہا۔ "میرے خیال سے ڈیزہنج گئے ہوں گے۔ اب اس

وقت کوئی سواری بھی نہ ملے گی۔“

دونوں نے تیز تیز قدم اخانے شروع کر دیئے۔

”آخر دہ کون تھا جو ہمارے تہہ خانے سے نکل بھاگا۔“ حمید نے کہا۔
”سر پتحال...!“

”جی....!“ حمید چلتے چلتے رک کر بولا۔

”چلتے رہو چلتے رہو.... یہ کوئی الگی حرمت انگیز بات نہیں۔“ فریدی نے کہا۔
”معلوم نہیں آپ اس وقت کس موزہ میں ہیں۔“ حمید بس کر بولا۔ ”شاید اس وقت کی
نکاحی نے آپ کے ذہن پر کوئی نہ اثر ڈالا ہے۔“

”یعنی میرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔“ فریدی نے سمجھی گی سے کہا۔

”میں یہ نہیں کہتا.... اگر وہ سر پتحال تھا تو شائد وہ جس نے اُسے شراب پلانی تھی اُس کا
ہمزاد تھا۔“

”ہمزاد نہیں بلکہ ہمشکل کہو۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں تمہیں میک اپ کر کے سر پتحال بنا
سکتا ہوں اور خود فضیل بن سکتا ہوں.... کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں فضیل کی گھنگو سے مطمئن
ہو گیا تھا.... ہرگز نہیں.... میں صرف اس بات پر مطمئن تھا کہ وہ میرے تہہ خانے سے نکل کر
کہیں جانے نہیں سکتا۔“

”لیکن آپ نے اس وقت اپنے شبے کا اظہار نہیں کیا تھا۔“ حمید نے کہا۔

”ضروری نہیں سمجھا تھا۔“ فریدی نے کہا۔ ”وہ عربی ضرور بولتا تھا لیکن اس کا لبجہ اس کے
امل زبان ہونے پر دلالت نہیں کرتا تھا....!“

”آخر سر پتحال کی اس حرکت کا مطلب کیا تھا۔“

”محض سمجھی کہ میری توجہ اپنی طرف سے ہٹا کر یہاں سے نکل جائے.... اگر وہ اس روایا
کے حصول کے لئے کوشش کر رہا تھا تو پھر مصر جانے کے لئے ویزا کی درخواست کیوں دی تھی۔
اس سے تو سمجھی ٹابت ہوتا ہے کہ وہ روایا اس کے پاس ہے.... شاید اُسے اس بات کا علم ہو گیا تھا
کہ تم اس کی حرکت کو بغور دیکھ رہے ہو۔ لہذا اس نے ہمیں یہ قوف بنانے کے لئے یہ پلاٹ بنایا۔
حرمت ہوتی ہے اس کی ذہانت پر۔ میرے پن چھانے پر وہ اس طرح عربی میں چیخا تھا جیسے اس کے

لئے پہلے ہی سے تیار رہا ہو۔ کتنا مصنوعی نفیاتی رد عمل تھا اس وقت یقیناً میں اپنی اس تمثیر پر خود ہی جھوم اٹھا تھا.... لیکن آج اپنے سے زیادہ احمق کسی اور کو سمجھتی نہیں سکتا.... اور اس کے باوجود بھی میں مخلوق تھا۔"

"تو کیا اُسی وقت آپ نے اس کا اندازہ لگایا تھا کہ وہ سر پتحمال تھا۔" حمید نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں.... میں مخلوق ضرور تھا لیکن اُس وقت اس کا وہم دگمان بھی نہیں تھا کہ وہ خود سر پتحمال ہے۔"

"اور حقیقت تو یہ ہے کہ اب بھی یہ بات میرے حلق سے نہیں اترتی۔" حمید نے کہا۔

"خیر دیکھا جائے گا۔" فریدی نے کہا۔ "اس راز سے بھی کبھی نہ کبھی پردوہ اٹھتے ہی گا.... میں

تم سے یہ کہتا ہوں کہ بے چوں وچراہ بات پر ایمان لے آیا کرو۔"

وہ دونوں تقریباً چار بجے گمراہ پنج ڈرائیکٹ روم میں نشانا تھا.... "لو بھی کوئی دوسری چوت"

فریدی بوکھلا کر بولا۔ "یہ لوگ کہاں گئے۔ کیا ان احمدوں نے اُسے حوالات پہنچادیا۔"

"نوکردوں کو جگا کر پوچھئے۔" حمید بولا۔

"ٹھہر...!..." فریدی فون کی طرف بڑھتا ہوا بولا.... اُس نے ریسیور اٹھایا۔ "... بیلو....

کو تو ای ڈیوٹی پر کون ہے.... اوہ.... ذرا جگد لیش کو بلاو۔" فریدی نے ریسیور میز پر ڈال دیا اور

حید کی طرف دیکھنے لگا.... تھوڑی دیر بعد اُس نے پھر ریسیور اٹھایا۔ "بیلو.... جگد لیش....

فریدی بول رہا ہے.... کیا چوت.... کیسی چوت.... گھاس تو نہیں کھا گے.... اے.... چہرہ

خون میں ڈوبا ہوا تھا.... جھیں کب عقل آئے گی۔ سب ستیاہاں کر دیا تم نے.... لا جوں

ولا قوہ.... میں نے جھیں بلاؤ کر غلطی کی تھی.... میں سمجھا تھا کہ جھیں کچھ کچھ عقل آگئی

ہو گی.... خیر آئندہ احتیاط برتوں گا...." فریدی نے ایک جھیکے سے ریسیور رکھ دیا اور بے چین

سے کرے میں ٹھنک لگا۔ خسے سے اُس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ اُس نے ایک بار کر میز پر ایک

زور دار مکامار اور پلٹ کر حمید کو گھورنے لگا۔

"کیا ہوا....!" حمید نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"نکست....!" فریدی زخمی بھیزیے کی طرح غریا۔ "جبار کو وہ لوگ نکال لے گئے۔"

"نکال لے گئے؟" حمید نے تھیر ان انداز میں پوچھا۔

”ہاں.... جلدیش کو دھو کر دیا گیا.... لیکن اب پانی سر سے اوپر ہو چکا ہے۔“ فریدی نے صوفے پر گر کر آنکھیں بند کر لیں۔

”جلدیش کس طرح دھو کا کھا گیا۔“ حمید نے کہا۔

”جب میں دھو کے کھار ہوں تو جلدیش کی کیا حقیقت ہے۔“ فریدی نے نہ اسامتہ بتایا۔
”آخر ہوا کیا....؟“

”جلدیش کا بیان ہے کہ تم بیجے کے قریب تم خون میں نہائے ہوئے ذرا لگکر دم میں داخل ہوئے۔“

”میں....؟“ حمید اچھل کر بولا۔

”ہاں.... تمہارا چہرہ خون میں ڈوبتا ہوا تھا۔“

حمدی گھبرا کر اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ لیکن پھر اپنی اس حماقت کا احساس ہوتے ہی ہاتھ پتھر گردایا۔

”تم نے اس سے کہا کہ فریدی صاحب جبار کو بلا رہے ہیں.... تم اتنی جلدی میں تھے کہ تم نے جلدیش کو یہ بھی نہ بتایا کہ تم خون میں کیوں نہائے ہوئے ہو۔“

”مگر میں تو....!“

”میرے ساتھ تھے۔“ فریدی طنزیہ انداز میں بولا۔ ”تم اتنے احمق کیوں ہو جاتے ہو.... میں یہ کب کہتا ہوں کہ ہوں کہ تم میرے ساتھ نہیں تھے.... اس گروہ کا کوئی آدمی تمہاری شل میں آیا اور جبار کو لے اڑا.... مجھے اس کی توقع نہیں تھی۔“

”اب کیا کیا جائے۔“ حمید بے بُسی سے بولا۔

”سوچنا پڑے گا.... سوچنا پڑے گا....!“ فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”میں نے آج تک ایسا مجرم نہیں دیکھا جو دلیر بھی ہو کھل کر بھی سامنے نہ آتا ہو۔“

”کیوں نہ سر پتھال کو گرفتار کر لیا جائے۔“ حمید نے کہا۔

”کیا احتملوں کی سی باتیں کر رہے ہو۔“ فریدی نے کہا۔ ”اس کے خلاف ثبوت کہاں سے مہیا کریں گے۔ یہ تو اسی وقت ہو سکتا تھا جب ہم کیپٹن خاور کو گرفتار کر لیتے....!“

”کیپٹن خاور....!“ حمید اپنی منحیں بھیجن کر آہستہ سے بولا۔

”جاوہ جا کر سو جاؤ۔“ فریدی نے کہا۔ ”ابھی بہت کچھ کرتا ہے....“

”اب نیند نہیں آئے گی۔“ حمید نے کہا۔

فریدی خاموش ہو گیا۔

”اچھا اس آتش دان میں کوئے ہی ڈال دو۔“ فریدی نے کہا اور آنکھیں بند کر کے کچھ سوچنے لگا۔

حمد نے اٹھ کر آتش دان میں کوئے سلاگا دیے۔

فریدی جو صوفے میں بیٹھا تو انگھ رہا تھا دھنٹا کھڑا ہو گیا۔

”تمہوڑی دوڑدھوپ کی بہت کر سکو گے۔“ فریدی نے حمید سے پوچھا۔

”ابھی اس وقت....؟“ حمید اپنے چہرے پر کاملی کے آثار پیدا کرتا ہوا بولا۔

”اور نہیں تو کیا ایک سال کے بعد۔“ فریدی نے کہا اور اپنا اور کوٹ پہننے لگا۔

حمد بھی طوعاً و کہا اخلا۔ آج کافی تحکم گیا تھا۔ تھکن کا یہ عالم تھا کہ اُسے بولنے میں بھی کاملی محسوس ہو رہی تھی۔

گھری ساز ہے پانچ بجاء ہی تھی۔ وہ دونوں برآمدے سے نکل کر پائیں باغ میں آئے۔

فریدی گیراج کھول کر اپنی کار باہر نکال ہی رہا تھا کہ ایک کار احاطے کے پھانک پر آکر رکی پھر کوئی پھانک کو پکڑ کر ہلانے لگا۔

”کون ہے؟“ حمید پوچھا۔

”پھانک کھلو!...!“

”ادہ آپ....؟“ حمید پھانک کی طرف بڑھتا ہوا بولا اور فریدی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”پرنندھ صاحب“ حمید نے پھانک کھول دیا۔ پرنندھ اندر آگیا۔ فریدی بھی گیراج سے باہر نکل آیا۔

”تم لوگ کہاں سے آ رہے ہو۔“ پرنندھ نے اُن سے پوچھا۔

”بہم لوگ کہیں جا رہے ہیں۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”مگر اب نہ جائیں گے ہماری خوش نصیبی ہے کہ آپ نے غریب خانے پر قدم رنج فرمایا.... اندر تشریف نہ لے چلے۔“

”نہیں....!“ پرنندھ نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ”میں یہ بتانے کے لئے آیا ہوں کہ

کیپن خاور سر کلروڈ کے موز پر اپنی ٹوٹی ہوئی کار میں مردہ پایا گیا ہے... اس کی داہنی کنٹی پر گولی
لگی....!“

”اوہ....!“ حمید اچھل کر بولا۔ اس کی نظریں بے اختیار فریدی کی طرف اٹھ گئیں۔

”تو میرا خیال بچ نکلا....!“ پرنسنڈنٹ نے کڑے لبجھ میں کہا۔

”اگر آپ اپنے خیال سے مطلع فرمائیں تو اپنی خوش نصیبی سمجھوں گا۔“ فریدی نے مسکرا کر

کہا۔

”حید اس خبر کو سن کر گھبرا کیوں گیا۔“ پرنسنڈنٹ نے تلخ لبجھ میں کہا۔

”اس لئے کہ اُسے کیپن خاور کا انجام معلوم تھا۔“ فریدی نے کہا۔

”یعنی....?“

”یہی کہ جو ایک قाल کا انجام ہوتا چاہے۔“

”کون قाल....!“

”کیپن خاور....!“

”ند جانے تم کہاں کی باتیں کر رہے ہو۔“ پرنسنڈنٹ جھلا کر بولا۔

”شاید آپ کو نہیں معلوم کہ وہ رومال والا کیس میرے پر د کر دیا گیا ہے۔“

”مجھے معلوم ہے۔“ پرنسنڈنٹ تلخ لبجھ میں بولا۔

”تو پھر بس کیپن خاور کا قتل اُسی سلسلے کی ایک کڑی ہے.... حینہ سے رومال مزدور نے
چھینا.... مزدور کو کیپن خاور نے ختم کیا اور ہو سکتا ہے کہ وہی حینہ کا بھی قाल ہو.... اور پھر
کیپن خاور کو اس کے اوپر والوں نے ختم کر دیا۔“

”بیوت....!“

”بھلا میں آپ کو بیوت کیوں کر دے سکتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔ ”اس کیس میں میرا
تعلق بر اور راستہ ڈی۔ آئی۔ جی۔ سے ہے۔“

”ہوں.... اچھا....!“ پرنسنڈنٹ نے حید کی طرف مژ کر پوچھا۔ ”شہناز کہاں ہے۔“

”بھلا وہ بیچارہ کیا بتائے گا۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”وہ بیچارہ تو اس کے لئے نبڑی طرح ترپ
رہا ہے۔ یہ میں جانتا ہوں کہ شہناز کہاں ہے۔“

"یہاں ہے۔" پرشنڈنٹ نے گدھ کر پوچھا۔ فریدی کے طرزِ ملکوں نے اس کا مود
بگاڑ دیا تھا۔

"یہ میں نہیں بتا سکتا۔" فریدی نے تلخ بچھ میں کہا۔ "میری مصلحت اسکی اجازت نہیں دیتی۔"

"میں تمہارا آفسر ہوں" پرشنڈنٹ نے ڈانت کر کہا۔

"یہ کوئی خاص بات نہیں۔ ایک بار یورپ کا مشہور ڈاکولیونارڈ سے بھی کافی عرصے تک میرا آفسر رہ چکا ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"تم میری توہین کر رہے ہو۔" پرشنڈنٹ گرج کر بولا۔

"آپ خود مخنوں ول برداشتہ ہو رہے ہیں۔ یہ ملکہ ہی ایسا ہے..... یہاں سب کچھ سہنا پڑتا ہے۔"

"کچھ نہیں یہ اوپر والوں کی غلط پالیسی کا نتیجہ ہے۔" پرشنڈنٹ جھلا کر بولا۔

"میں خدا کے علاوہ اور کسی کو اونپر والا نہیں سمجھتا۔" فریدی نے کہا۔

"خیر چھوڑ یئے ان بالوں میں.... اگر کوئی حرج نہ ہو تو اس وقت میرے ہی ساتھ ناش
کر لیجئے۔"

"میں سورج طلوع ہونے سے قبل ناش نہیں کرتا۔" پرشنڈنٹ نے کہا اور ہیر پختا ہوا باہر
چلا گیا۔

"یا وحشت....!" حمید مسکرا کر بولا۔



تحوڑی دیر بعد فریدی اور حمید بھی جائے دو قعہ پر پہنچ گئے۔ سرکلر رڈ کے چوراہے پر
مزتے وقت کیپٹن خاور کی کار ایک درخت سے ٹکرا کر الٹ گئی تھی..... بمشکل تمام اس کی لاش
اس کے اندر سے نکالی جا سکی تھی۔ دو تین سب انپکٹر اور ملکہ سراغر سانی کا پرشنڈنٹ لاش کے
گرد کھڑے تھے۔ فریدی اور حمید کے پہنچنے ہی پرشنڈنٹ نے نہ اسامنہ بتایا۔

"میں نہیں سمجھتا کہ تم لوگوں کی دغل اندازی ضروری ہے۔" پرشنڈنٹ نے کہا۔

فریدی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ سول پولیس والوں کے سامنے بات
بڑھے اور پرشنڈنٹ صاحب اس میں اپنی توہین محسوس کریں۔

لیکن یہ واقعہ سول پولیس والوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیپشن خاور گولی لگتے کی وجہ سے مرایا کار اٹھنے کی وجہ سے۔ پر نندھٹ نے اپنے خیال کا اظہار شروع کیا۔ اس نے فریدی اور حیدر ایک اچھی ہوئی سی نگاہ ڈالی اور کہنے لگا۔ ”جس وقت یہ بہاں کار موز رہا تھا کسی نے اس پر گولی چلائی اور کار درخت سے مکرا کرالٹ گئی۔“

فریدی کے ہوتنوں پر طفر آمیز مکراہٹ پھیلتے گئی۔ لیکن وہ کچھ بولا نہیں۔

تحوڑی دیر بعد سول پولیس والے لاش وہاں سے اخراجے گئے۔۔۔ پر نندھٹ وہیں رہ گیا۔

”اب فرمائے آپ لوگ....!“ پر نندھٹ طنزیہ لبھ میں بولا۔

”میں آپ سے متفق نہیں ہوں۔“ فریدی نے کہا۔

”بھلا آپ لوگ کیوں متفق ہونے لگے۔“ پر نندھٹ معنی خیز انداز میں سر ہلا کر بولا۔

”آپ غلط لا سکوں پر سوچ رہے ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”مسٹر فریدی خود کو عقل مند سمجھنے والا عموماً یوں قوف ہوتا ہے۔“

”میں بہت عرصے سے یہی سوچ رہا ہوں۔“ فریدی مکرا کر بولا۔

”رات تم دو توں کہاں تھے۔“ پر نندھٹ نے پوچھا۔

”کیپشن خاور کے تعاقب میں....!“ فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

”لیا مطلب....!“ پر نندھٹ اچھل کر بولا۔

”مطلوب ہم لوگ فی الحال اپنے ہی تک مدد و درکھنا چاہتے ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”تم اس جرم کو اپنی مصنوعی دلیری کے پردے میں نہیں پھپاتے۔ تم لوگوں کے خلاف

کیپشن خاور کی روپورٹ محفوظ ہے۔“

”اور اس غریب کو ملک الموت نے اپنی حفاظت میں لے لیا۔“ فریدی ہنس کر بولا۔

”تم پھر میرا مذاق ازا نے کی کوشش کر رہے ہو۔“ پر نندھٹ گرج کر بولا۔

”آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔“ فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ ”میں آج یہ شہر بھر کے

بد معاشوں سے آپ کے خلاف لاتعداد روپورٹس لکھوادیتا ہوں۔“

”یعنی....!“

”یعنی یہ کہ ہمیں اپنے راستے سے تحوڑی دیر کیلئے ہنادینے کو مجرموں نے یہ چال چلی۔“

"اور اب تم یہ دوسری چال چل رہے ہو۔"

"تو آپ یہ سمجھتے ہیں کہ کیپشن خاور کے قتل میں ہمارا باتحہ ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"چچہ ہم لوگ اتنے احتیاط نہیں کہ کسی مردے پر گولی چلا سیں۔"

"مردے پر....!" سپرمنڈٹ چونک کر بولا۔

"جی ہاں....!" فریدی نے کہا۔ "مورالنے سے پہلے اس پر گولی نہیں چلائی گئی۔"

"یہ تم کس طرح کہہ سکتے ہو۔"

"زخم کے گرد جبی ہوئی بارود کی کھڑگ..... روپ اور کی نال اس کی کیپشن پر رکھ کر چلائی گئی ہے..... ورنہ اتنی گہری کھڑگ جنمی ناممکن تھی اور چلتی ہوئی کار پر اتنے قریب سے گولی چلانے کا سوال یہ نہیں پیدا ہوتا..... زخم سے خون بھی نہیں لکلا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ لاش شندی ہو جانے کے بعد اس پر گولی چلائی گئی۔"

"بڑی پیاری دلیل پیش کی ہے تم تے۔" سپرمنڈٹ طنزیہ انداز میں مسکرا کر بولا۔

"خیر..... خیر..... پوسٹ مارٹم کی رپورٹ بھی آجائے دیجئے۔" فریدی نے کہا۔

"لیکن تم یہ بتاؤ کہ کیپشن خاور کا تعاقب کیوں کر رہے تھے۔" سپرمنڈٹ نے پوچھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں اس پر کوئی روشنی نہ ڈال سکوں گا۔"

"اوہ تو مجھے تمہارے خلاف تحقیقات کرانی پڑے گی۔" سپرمنڈٹ نے کہا۔

"شوق سے۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن کم از کم یہاں تو مجھے کوئی ایسا نظر نہیں آتا جو میرے خلاف تحقیقات کر کے کوئی کام کی بات معلوم کر سکے۔"

"مسٹر فریدی تم بہت مغزور ہو گئے ہو۔"

"آپ کا خالی دورست نہیں۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"خیر دیکھا جائے گا۔" سپرمنڈٹ نے کہا اور اپنی کار میں بینہ کر دہاں سے چل دیا۔

"تو آئیے حمید صاحب۔" فریدی الٹی ہوئی کار کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

"امتحنوں نے اگر ذرا سی بھی تکلیفی کا ثبوت دیا ہوتا تو ہمیں مجرم ثابت کر دینے میں ذرہ برابر بھی تکلیف نہ ہوتی۔.... یہ دیکھو اس بیٹھل پر میری انگلیوں کے نشانات موجود ہیں اور دوسری طرف کی کفر کی پریقینہ تمہاری انگلیوں کے بھی نشانات ہوں گے۔"

فریدی نے جیب سے روپال کاں کر پینڈل صاف کر دیا اور دوسری طرف کی کھڑکی پر بھی روپال پھیرنے لگا۔

”آخر پر نندھٹ صاحب ہمارے دشمن کیوں ہو رہے ہیں۔“ حمید نے کہا۔

”بعض لوگ عادت ہائیے ہوتے ہیں... میں اسے کوئی اہمیت نہیں دیتا۔“ فریدی نے کہا۔ وہ بغور کار کے ٹوٹے ہوئے حصوں کا جائزہ لے رہا تھا۔

”چجھ نہیں کوئی کام کی بات نہیں معلوم ہو سکتی۔“ فریدی تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”آؤ چیز۔“ ”شہنازتہ جانے کہاں ہو گی۔“ حمید بولا۔

”سر بتحال کے بیباں۔“ فریدی بولا۔ ”مگر.... وہ تو....!“

”چجھ نہیں اب محل کر سامنے آئے بغیر کام نہیں پڑے گا۔“

دودو با تیں

سر بتحال اپنے بنگلے میں موجود نہیں تھا۔ فریدی اور حمید ڈر انگر روم میں بینجھ کر اس کا انتظار کرنے لگے۔ سر بتحال کے نوکروں نے انہیں نالا چاہا لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔ حمید کو بھی حیرت ہو رہی تھی کہ آخر فریدی سر بتحال کی عدم موجودگی میں اس کے گھر میں بینجھ کر کیا کرے گا۔

ڈر انگر روم عمدہ فرنچیز اور اعلیٰ تصاویر سے مزین تھا۔ ان میں زیادہ تر نامور مصوروں کے شاہکار تھے۔ فرش پر ایران اور کشمیر کے بیش قیمت قالین تھے۔ فریدی بیباں کی ایک ایک چیز کا جائزہ لے رہا تھا۔ دھنٹاہو چونک پڑا۔

”حمدید را پلت کر دیکھنا کیا چیختے روشن دان میں بلی ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”حمدید مز کر دیکھنے لگا اور پھر اسے بھی آگئی۔“

”کمال کیا آپ نے.... وہ نہ کر بولا۔“ کیا آپ کی گردان میں بھی آگئیں ہیں۔ آپ تو سامنے دیکھ رہے تھے پھر آپ کو بھی کیسے نظر آگئی۔“

”صرف ملی ہی نہیں دکھائی دی بلکہ اس کا خاص اشیوں مل گیا کہ اس رات سرپرحتی اس سے بے خبر نہیں تھا کہ میں اس کا پیچھا کر رہا ہوں۔“

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“ حمید نے کہا۔

”بھلا بتاؤ تو چھت کے قریب آئینے کیوں لگائے گئے ہیں.... اور پھر ہر روشنداں کے سامنے ایک آئینہ ہے۔ اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔“

حمد نے اب خیال کیا۔ واقعی ہر روشنداں کے سامنے چھت کے قریب ایک ایک آئینہ

نصب تھا۔

”ہاں ہے تو بے کلی چیز....!“

”بے کلی نہیں کار آمد کہو۔“

”کیوں....!“

”اس رات میں نے چھت پر چڑھ کر انہیں روشنداں میں سے کسی ایک سے جھاٹک کر اس کرے میں دیکھا تھا۔ ظاہر ہے کہ کسی نہ کسی آئینے میں میری صورت ضرور دکھائی دی ہو گی۔ سرپرحتی اپنے ساتھی کے ساتھ یہیں موجود تھا... میں نے ان دونوں کو بولتے ساتھا... ان کی صورتیں نہیں دکھائی دی تھیں۔“

”آپ کا یہ خیال غلط بھی ہو سکتا ہے۔“ حمید نے کہا۔

”ہو سکتا ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن اس کے علاوہ ان آئینوں کا کوئی اور مقصد ہو بھی نہیں سکتا۔“

حمد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ فریدی بھی خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ ... اتفاقاً ڈر انگک روم سے ایک نوکر گذر کر دوسرے کرے میں جانے لگا۔ فریدی نے اسے بلا کہ بانی مانگا۔ جب وہ پانی لے کر واپس آیا تو فریدی نے ایک طویل انگڑائی لی اور پانی کا گلاس ہاتھ میں پہن کر تعریغی نظر وہن سے ڈر انگک روم کا جائزہ لینے لگا۔

”آج کل ایسے آئینے یہاں نہیں ملتے۔“ فریدی نے کہا۔ ”تو کرنے کوئی جواب نہیں دیا۔“

”میں نے پہلے کبھی انہیں یہاں نہیں دیکھا... کیا بھی یہ حال یہی میں یہاں لگائے گئے ہیں۔“ فریدی نے پوچھا۔

"میں ہاں...!" نوکرنے کہا اور گلاس لے کر چلا گیا۔
"کیوں بھی اب کیا کہتے ہو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔
"مان گیا۔"

"دیکھیں وہ کب آتا ہے۔"
"میرے خیال سے تو چلتے۔"

"نہیں... ہمیں بیٹھنا ہے۔" فریدی نے کہا اور سامنے والی تصویر پر نظریں گاڑ دیں۔
وہ پچھے سوچ رہا تھا۔ دفعاً برآمدے میں قدموں کی آہٹ سنائی دی اور سر پتحمال ڈرانگ رومن
میں داخل ہوا۔ فریدی اور حمید کو دیکھ کر وہ بے ساختہ بولا۔

"اوہ... فون ٹھیک کرنے آئے ہو... تمہیں میرا منتظر کرنا پڑا۔" مگر کیوں...؟ تم
نے تو کروں سے کہہ کر ٹھیلی فون بنا کیوں نہیں دیا۔ رات سے گزر اپڑا ہے... اچھا میرے
ساتھ آؤ۔"

فریدی مسکرا کر اٹھا۔ وہ اور حمید سر پتحمال کے ساتھ چلتے گے۔ متعدد کروں سے
گزرتے ہوئے وہ لا بصری میں آئے۔ سر پتحمال نے میز پر رکھے ہوئے فون کی طرف اشارہ
کیا۔ اور خود ایک الماری کھول کر ستابیں دیکھنے لگا۔

"یہ ٹھیلی فون بارہ بجے رات کے بعد تو نہیں خراب ہو۔" فریدی نے پوچھا۔
سر پتحمال چوک کر اس کی طرف مڑا۔

"کیا مطلب...؟"

"ہم لوگ یہ پوچھنے کے لئے آئے ہیں کہ کل رات تم نے کس کس کو فون کیا تھا۔"
"تم سے اس سے کیا مطلب...؟" سر پتحمال گزر کر بولا۔

فریدی نے اپنالا قاتی کارڈ اس سے سامنے رکھ دیا۔

"اوہ... لیکن ایک سراغ رساں کا یہاں کیا کام...؟"

"کیا کیچن خاور تمہارا دوست تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"ہاں... لیکن تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو۔"

"کل رات اسے کسی نے قتل کر دیا۔"

”قل کر دیا....!“ سر بتحال نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں....!“

”مجھے افسوس ہے.... وہ بلیڑ کا ایک اچھا کھلاڑی تھا۔“

”اُس کے بارے میں اور کیا جانتے ہو۔“

”کچھ زیادہ نہیں.... کیونکہ پندرہ دن قبل اس سے کلب میں ملاقات ہوئی تھی۔“

”وہ ایک اچھانشانہ باز بھی تھا۔“ فریدی نے کہا۔

”رہا ہو گا.... مجھے اس کا کوئی علم نہیں۔“

”اُس سے آخری بار کب ملاقات ہوئی تھی۔“

”پرسوں رات کو کلب میں.... ہم دونوں دو پہر تک بلیڑ دکھلتے رہے۔“

”وہ کیسا آدمی تھا۔“ فریدی نے پوچھا۔

”ہندوستانیوں میں ایسے خوبصورت آدمی کم کھائی دیتے ہیں۔“ سر بتحال بولا۔

”خوب....!“ فریدی مسکرا کر حمید کو آنکھ مارتا ہوا بولا۔ ”اسکی محبوب کے متعلق کیا خیال ہے۔“

”محبوبہ....!“ سر بتحال غریب۔ ”تم لوگ آخر چاہتے کیا ہو۔“

”ہمیں اس کی محبوبہ کی تلاش ہے۔“

”تو کیا میں اس کی محبوبہ ہوں۔“ سر بتحال گرج کر بولا۔

”ہمیں تو یہی اطلاع ملی ہے۔“ حمید بے ساختہ بولا اور فریدی نہیں پڑا۔

سر بتحال ٹیلی فون کی طرف بڑھا۔

”لیکن ہم نے ابھی اس کی مرمت کہاں کی ہے۔“ فریدی نے آہستہ سے کہا اور سر بتحال

پٹ پڑا۔

”دیکھو میں کہتا ہوں کہ چپ چاپ یہاں سے چلے جاؤ۔“

”خیر میں جاتا ہوں.... اب مجھے علی فضیل مصری کی روح سے گھنکو کرنی پڑے گی۔“

فریدی دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

سر بتحال خاموش ہو گیا.... فریدی اور حمید دروازے کے قریب پہنچ چکے تھے۔

”ٹھہرو....!“ سر بتحال نے کہا۔

فریدی مڑا... سرپتھمال کے چہرے پر غمے کے بجائے تکبر اہٹ کے آثار تھے۔
”میں تمہارا مطلب نہیں سمجھتا۔“ سرپتھمال نے اپنے خلک ہونتوں پر زبان پھیرتے ہوئے
کہا۔

فریدی نے اپنی جیب سے ایک روپال نکال کر دو توں بار اسے فضائیں اچھا لانا اور سرپتھمال کی
طرف معنی خیز نظروں سے دیکھنے لگا۔

دفعتاً دور کسی کمرے میں قیچے کی آواز سنائی دی جو بتدریج قریب ہوتی جادی تھی۔....
سرپتھمال دیوار نہوار آواز کی طرف دوڑا اور سامنے والی دیوار سے اس طرح تکرا گیا جیسے وہ اسے کھلا
ہوا دروازہ سمجھا ہو۔

پھر اس نے دھشانہ انداز میں جیب سے روپا اور نکالا اور پیچھے ہٹ کر دیوار پر فائر کرنے
شروع کر دیئے۔

فریدی اور حمید تھر آمیز نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگے.... روپا اور کی گولیاں ثُتم
ہو جانے کے بعد سرپتھمال ایک صوفے پر گر گیا۔.... اس کا چہرہ پینے میں ڈوب گیا تھا۔.... وہ بُری
طرح ہانپ رہا تھا۔.... اس نے ایک بار فریدی اور حمید کی طرف خوفزدہ نظروں سے دیکھا اور اپنا
چہرہ دو نوں ہاتھوں سے ڈھک لیا۔

فریدی اور حمید بھی ایک صوفے پر بیٹھ کر سرپتھمال کی بدلتی ہوئی حالت کو دیکھتے رہے۔
تحوڑی دیر بعد سرپتھمال سیدھا بیٹھ گیا۔.... اُس کے چہرے پر عجیب قسم کی بے بُی کے آثار تھے۔
”تم کچھ کہنا چاہئے ہو۔“ فریدی بولا۔

”سرپتھمال خاموش ہو گیا۔.... اُس کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کسی ذہنی کلکھ میں
بٹتا ہے۔“

”تمہاری اس حرکت کا کیا مطلب تھا۔.... میں تمہارے گھر کی حالی یعنی چاہتا ہوں۔“
فریدی نے کہا۔

”کیوں۔....؟ وارث دکھاؤ۔“ سرپتھمال بے چنی سے بولا۔
”میں ابھی فون پر اجازت حاصل کئے لیتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔
”تم شائد قہقہے لگانے والے کو حلاش کرو گے۔“ سرپتھمال ہاتھ مٹا ہوا بولا ”لیکن میسود۔....

وہ چھڑا وہ سے.... اُف میرے خدا.... ”سر بتحال نے پھر اپنا چہرہ چھپا لیا۔

فریدی نے حید کو بیٹھنے رہنے کا اشارہ کیا اور کمرے سے نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد سر بتحال نے سراخا کر حید کی طرف دیکھا۔

”تمہارا ساتھی ٹلاشی لینے گیا ہے۔“ وہ مغموم آواز میں بولا۔ ”مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

لیکن وہ مجھے اس مصیبت سے نہیں بچا سکتا۔“

”کیسی مصیبت.... !“

”میں کچھ نہیں بیساکتا.... نہیں بیساکتا۔“ سر بتحال مفتر پانہ انداز میں بولا۔

”تم نے اس دوران میں کیپٹن خاور کے ساتھ کوئی لڑکی دیکھی تھی۔“ حید نے پوچھا۔

”جینم میں گیا کیپٹن خاور میں کچھ نہیں جانتا۔“ سر بتحال نے بے چینی سے کہا۔

”اور وہ لڑکی.... !“

”اوہ.... !“ سر بتحال مکاتا کر غرما تا ہوا اٹھنے لگا۔ لیکن پھر کچھ سوچ کر بیٹھ گیا۔

”تم پر.... !“ حید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ فریدی کمرے میں داخل ہوں۔

سر بتحال استھامی نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”ہوں.... !“ فریدی جھٹکے کے ساتھ صوفے پر بیٹھتا ہوا بولا۔ ”علیٰ فضیل کے بارے میں

کیا جانتے ہو۔“

”میں کچھ نہیں.... کچھ نہیں جانتا۔“ سر بتحال کی آواز بھرا گئی اور وہ خوفزدہ نظروں سے

بادھ اُدھر دیکھنے لگا۔

”بہت اچھے.... !“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”ایکنگ اچھی کر لیتے ہو۔“

”کیا مطلب.... ?“ سر بتحال غصے سے بولا۔

”میں علیٰ فضیل کے بارے میں کچھ جانا چاہتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔

”کون علیٰ فضیل.... !“

”مصری سرائغ رسائ۔“

”میں اُس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔“

”تم اس رات جس ڈاڑھی والے کوکلب میں شراب پا رہے تھے کون تھا۔“